اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ

القران الحکیم ۲:۲۵۸

ریاستہائے متحدہ امریکہ

النُّور آن لائن

Al-Nur Online USA

جولائی۔اکتوبر ۲۰۲۱ء
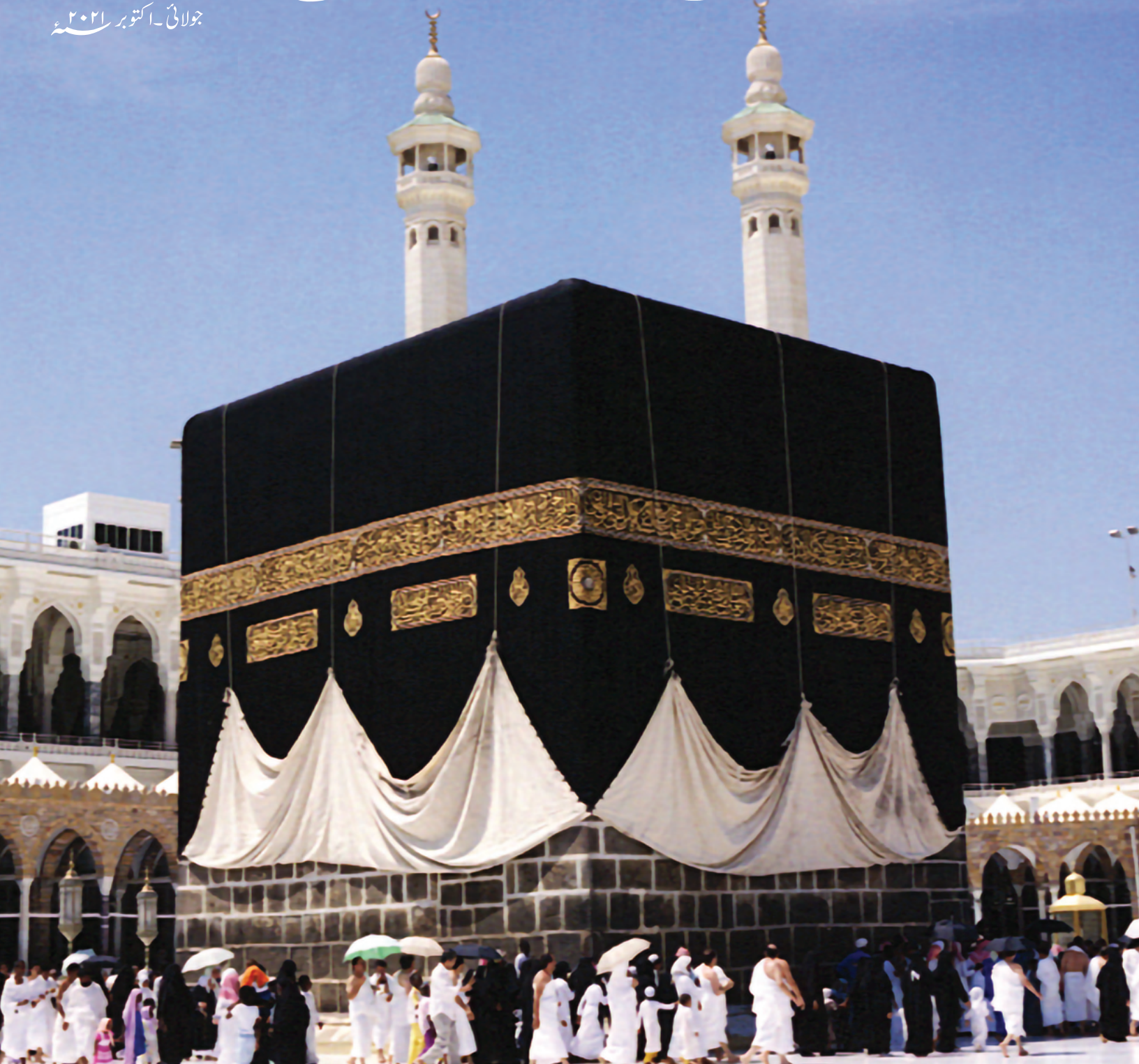
Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad[as] of Qadian

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔
وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے (البقرۃ:258)

النُّور آن لائن

جلد نمبر 1 وفا تا اخاء 1400 ہش — جولائی تا اکتوبر 2021ء — ذوالقعدہ تا صفر 1443 ہجری قمری شمارہ نمبر 1

اس شمارے میں

نگران: ڈاکٹر مرزا مغفور احمد امیر جماعت احمدیہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ مشیر اعلیٰ: اظہر حنیف، مبلغ انچارج، ریاستہائے متحدہ امریکہ

مینجمنٹ بورڈ: انور خان (صدر)، سیّد ساجد احمد، محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر، سیکرٹری تربیت، سیکرٹری تعلیم القرآن، سیکرٹری امور عامہ، سیکرٹری رشتہ ناتا

انچارج اردو ڈیسک: احمد مبارک، محمد اسلام بھٹی

مدیر اعلیٰ: امۃ الباری ناصر

مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

ادارتی معاونین: صاحبزادہ جمیل لطیف، صادق باجوہ، لطیف احمد، ڈاکٹر محمود احمد ناگی، قدرت اللہ ایاز

لکھنے کا پتہ:
Al-Nur@ahmadiyya.us
Editor Al-Nur,
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَايَسْخَرْقَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَانِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚوَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭبِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚوَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۭاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (سورۃ الحجرات: 14,12)

ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

حدیثِ مبارکہ

تجسس، عیب جوئی اور دوسروں کی تحقیر

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ،رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَكُونُواعِبَادَ اللّٰهِ أِخْوَانًا."

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن والتجسس 4632...، حدیقۃ الصالحین صفحہ 696)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظن سے بچو یقیناً بدظنی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور ٹوہ نہ لگاؤ اور تجسس نہ کرو دنیاداری میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے بے رخی نہ کرو، اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ اگر قرآن شریف اور تمام حدیث کی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے اور جہاں تک انسان کے لئے ممکن ہے تدبر سے پڑھایا سنا جائے تو اس قدر وسعت معلومات کے بعد قطعی یقین کے ساتھ معلوم ہو گا کہ یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبرًا پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابلِ شرم الزام ہے اور یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے تعصب سے الگ ہو کر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانے سے پورا پورا کام لیا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے ان بہتانوں کی حقیقت پر مطلع ہو جائیں گے۔ کیا اس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر یہ ہدایت ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ:257) یعنی دین میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔

کیا ہم اس بزرگ نبی کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جس نے مکہ معظّمہ کے تیرہ برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو۔ ہاں جب دشمنوں کی بدی حد سے گزر گئی اور دین اسلام کے مٹادینے کے لئے تمام قوموں نے کوشش کی تو اس وقت غیرتِ الٰہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ ورنہ قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی۔ اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے۔ لیکن ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ کے صحابہ کی وفاداری ایک ایسا امر ہے کہ اس کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ ان سے صدق اور وفاداری کے نمونے اس درجہ پر ظہور میں آئے کہ دوسری قوموں میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس وفادار قوم نے تلواروں کے نیچے بھی اپنی وفاداری اور صدق کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے بزرگ اور پاک نبی کی رفاقت میں وہ صدق دکھلایا کہ کبھی انسان میں وہ صدق نہیں آسکتا جب تک ایمان سے اس کا دل اور سینہ منور نہ ہو۔ غرض اسلام میں جبر کو دخل نہیں۔ اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں (۱) دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود اختیاری۔ (۲) بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون۔ (۳) بطور آزادی قائم کرنے کے یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔ پس جس حالت میں اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سراسر لغو اور بیہودہ ہے۔۔۔“ (مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 11 تا 12)

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا — اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار
قوم میں فِسق و فجور و معصیت کا زور ہے — چھا رہا ہے ابر یاس اور رات ہے تاریک و تار
ایک عالَم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر — پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار
اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا — رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار
کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں — بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سُو ہر کنار
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آمرے اے ناخدا — آ گیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

اشاریہ خطباتِ جمعہ ارشاد فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

علومِ ظاہری و باطنی سے پُر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

فرمودہ 19 فروری 2021ء بمطابق 19 تبلیغ 1400 ہجری شمسی، بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

- پیشگوئی مصلح موعود کے ایک پہلو "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی تحریرات، تقاریر وغیرہ کے حوالے سے مختصر بیان۔
- پروفیسر عبد القادر صاحب ایم اے کا حضرت مصلحِ موعودؓ کی کتاب "اسلام میں اختلافات کا آغاز" پر تبصرہ: فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُد بُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمان کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔
- تبصرہ اخبار "ذوالفقار" کا حضرت مصلحِ موعودؓ کی کتاب "تحفہ شہزادہ ویلز" پر تبصرہ: اس تحفے میں فاضل مصنف نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا ہے دعوتِ اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے۔
- اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کا حضرت مصلحِ موعودؓ کی کتاب "تحفہ شہزادہ ویلز" پر تبصرہ: یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں یا نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہو سکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بے شمار مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔
- ویمبلے کانفرنس میں شریک ایک زائر کے تاثرات: میں اس مضمون کے سننے کے لیے فرانس سے آیا ہوں۔ میں عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیا کرتا تھا اور اسلام پر بدھ ازم کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ اب جبکہ میں نے آپ کا مضمون بھی سن لیا ہے اور بدھ ازم کو بھی سنا ہے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی اسلام ہی سب سے بالا تر مذہب ہے۔ جس خوبی سے اور جس خوش اسلوبی سے آپ نے اسلام کو پیش کیا اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر اب اس کا گہرا اثر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: ضرورۃ الامام

فرمودہ 26 مارچ 2021ء بمطابق 26 امان 1400 ہجری شمسی، بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

- "میرے آنے کی غرض اور مقصود صرف اسلام کی تجدید اور تائید ہے" (حضرت مسیح موعودؑ)
- 23 /مارچ۔ یومِ مسیح موعود کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریراتِ مبارکہ سے حضورؑ کی بعثت کی ضرورت، مقصد اور آپؑ کی صداقت کا بیان.
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد قرآنی پیشگوئیوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق تجدیدِ دین کرنا اور اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنا ہے۔

- ”وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو پایا اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچی بلکہ ہر ایک حصہ اس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت ہوا اور اس کی تصدیق کے لئے بارش کی طرح نشان آسمانی برسے“ (حضرت مسیح موعودؑ)
- ”مَیں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مَیں مفتری نہیں، کذاب نہیں۔ اگر تم مجھے خدا تعالیٰ کی قسم پر بھی اور ان نشانات کو بھی جو اس نے میری تائید میں ظاہر کئے دیکھ کر مجھے کذاب اور مفتری کہتے ہو تو پھر مَیں تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی ایسے مفتری کی نظیر پیش کرو کہ باوجود اس کے ہر روز افترا اور کذب کے جو وہ اللہ تعالیٰ پر کرے پھر اللہ تعالیٰ اس کی تائید اور نصرت کرتا جاوے۔“ (حضرت مسیح موعودؑ)
- آج دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ اس بات کی واضح ثبوت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہیں!
- ”اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔“ (حضرت مسیح موعودؑ)
- ”وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔“ (حضرت مسیح موعودؑ)
- احمدیوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے خدا سے خاص تعلق جوڑنے کی تلقین۔

خلافت اور ہماری ذمہ داریاں

فرمودہ 28 مئی 2021ء بمطابق 28 ہجرت 1400 ہجری شمسی، بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے۔

- اب خلافت اسی طرح جاری رہنی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے۔
- ظہورِ قدرتِ ثانیہ یعنی خلافتِ احمدیہ کی برکت سے جماعت احمدیہ مسلمہ پر گذشتہ 113 سال کے دوران نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی ایک جھلک۔
- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی کامل فرمانبرداری تو تب ہوگی، دلی سکون اور امن تو تب ملے گا جب ہمارا ہر عمل صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے ہو گا۔
- جو خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ خلافت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی ان کی تکلیفیں خلیفہ وقت کو ان کے لیے دعائیں کرنے کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں گی۔
- یہ وہ حقیقی خلافت ہے جس میں جماعت اور خلیفۂ وقت کا تعلق خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہے اور یہی وہ خلافت ہے جو تمکنت اور امن کا باعث ہے۔
- ہر احمدی کا ہر لمحہ جہاں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں گزرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں خلافت کی نعمت سے نوازا ہے وہاں اپنے جائزے لیتے ہوئے بھی گزرنا چاہیے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کر رہے ہیں؟
- ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق اور اللہ تعالیٰ نے جو آپؑ سے وعدہ کیا تھا اس کے مطابق گذشتہ 113 سال سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حرف بہ حرف پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

- بیعت وہی ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور جس میں خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔
- ہر موقع پر اس اولوالعزم خلیفہ نے جماعت کی کشتی کو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ کامیابی کی منزلوں تک پہنچایا اور محفوظ رکھا۔
- اللہ تعالیٰ نے خلافت سے تعلق قائم کرنے کے لیے ایک نیا رستہ بھی سمجھا دیا ہے۔ جو آن لائن ملاقات یا ورچوئل ملاقات کے ذریعہ سے اس کووڈ کی بیماری کی وجہ سے سامنے آیا، اس ذریعہ سے میٹنگیں بھی ہو رہی ہیں۔ ملاقاتیں بھی ہو رہی ہیں جس سے براہِ راست جماعتوں سے رابطہ ہو رہا ہے۔
- لوگ خلیفہ وقت سے براہ راست راہنمائی لے رہے ہیں۔ میں یہاں لندن سے کبھی افریقہ کے کسی ملک سے، کبھی انڈونیشیا سے، کبھی آسٹریلیا سے، کبھی امریکہ سے ملاقات کر لیتا ہوں تو یہ سب خدا تعالیٰ کی تائیدات کے نظارے ہیں۔
- ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے فضلوں کے نظارے دکھا رہا ہے اور خلافت کے انعام سے جو ہمیں نوازا ہوا ہے اس کا ہم نے ہمیشہ حق ادا کرنے والا بننا ہے تا کہ قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہم اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔

جلسہ سالانہ کے حوالے سے میزبانوں اور مہمانوں کی ذمہ داریوں کا بیان

خلاصہ خطبہ جمعہ امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 6 اگست 2021ء بمقام حدیقۃ المہدی آلٹن، ہمپشائر یو کے

حضرت مسیح موعودؑ نے مزید فرمایا کہ تم پر میرا حسن ظن ہے اس لیے مہمانوں کی خوب خدمت کرو۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یہی وہ حسن ظن ہے جو آج بھی قائم ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا قافلہ ایک بجے ایم ٹی اے کی سکرین پر رونما ہوا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک بج کر چار منٹ پر جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مولانا فیروز عالم صاحب کو ملی۔ خطبہ جمعہ سے قبل حضور انور نے فرمایا کہ سب کرسیوں پر بیٹھے ہیں ضروری نہیں کہ کرسیوں پر بیٹھا جائے۔ جائے نماز پر بھی بیٹھ سکتے ہیں۔ جو معذور ہیں وہ کرسی پر بیٹھ سکتے ہیں۔ جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تو ساتھ ہی جلسہ گاہ میں موجود کرسیوں پر بیٹھے ہوئے افراد تعمیل ارشاد میں کرسیوں کی بجائے زمین پر بیٹھ گئے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج انشاء اللہ جلسہ سالانہ برطانیہ شروع ہو رہا ہے سب سے پہلے میں کہنا چاہوں گا کہ جلسہ کے بابرکت انعقاد کے لیے بہت دعائیں کریں۔ شاملین نیکی اور تقویٰ میں زیادہ آگے بڑھیں۔ وبا کی وجہ سے شاملین کی تعداد بہت محدود ہے۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ گھروں میں اور جماعتی انتظام کے تحت جلسہ سنایا جائے گا۔ بہر حال جو بھی جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں وہ اس سوچ کے ساتھ شامل ہوں کہ گویا وہ جلسہ گاہ میں ہیں۔ اور اس وقت کو دعاؤں میں گزاریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ امسال جلسہ کی انتظامیہ کے لیے بھی اور شاملین کے لیے حالات بھی مختلف ہیں۔ بعض سہولتیں میسر نہیں ہوں گی۔ اس لیے شاملین ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرفِ نظر سے کام لیں۔ حضور انور نے اس حوالہ سے بھی دعاؤں کی طرف خاص توجہ دینے کی تلقین فرمائی۔

حضور انور نے فرمایا کہ بعض کو شکایت تھی کہ شامل ہونے کے لیے جو انتخاب ہوا ہے وہ صحیح نہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ جو بھی صورت ہے اگر انتظامیہ کی غلطی بھی ہے تو یہاں بھی صرفِ نظر کریں اور انتظامیہ کو معاف کر دیں۔

حضور انور نے جلسہ اور مہمان نوازی کے حوالہ سے فرمایا کہ جلسہ سے ایک روز قبل میں عام طور پر مہمانوں اور ڈیوٹی دینے والوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ امسال یہ نہیں ہو سکا اس لیے آج کچھ کہوں گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ مہمان نوازی میں کوئی شکوہ نہیں ہونا چاہیے اور انتظامیہ کو کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی شکوہ نہ پیدا ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر طبقے کے کارکنان اپنی ڈیوٹیوں اور اپنے کام میں بہت ماہر ہو چکے ہیں اور بڑا کام سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نئے شامل ہونے والوں کو سکھا بھی سکتے ہیں۔ اس لیے اس لحاظ سے فکر نہیں کہ کام آتا نہیں۔ لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مومن کو یاد دہانی کرواتے رہنا چاہیے کہ یہ اس کے لیے فائدہ مند

ہے اور پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ جلسے کا انتظام مختصر ہے اس لیے بعض امور میں لاپروائی کی وجہ سے کمی رہ سکتی ہے۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے بعض شعبوں کو خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ مہمان کم ہیں یا زیادہ جلسے پر آنے والے مہمان حضرت مسیح موعودؑ کہ مہمان ہیں ان کی ہمیں مہمان نوازی کرنی چاہیے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مہمان نوازی ایک ایسا خلق ہے جو انبیاء کا ایک خاص وصف ہے۔ پس دینی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہمارا فرض ہے کہ ہمارے اندر یہ وصف نمایاں ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی جب مہمان زیادہ آنے شروع ہوئے ہوتو آپؐ صحابہؓ میں مہمان بانٹ دیتے اور صحابہؓ بھی خوشی سے مہمان ساتھ لے جاتے۔ اور صبح جب مہمانوں سے خدمت کا حال پوچھتے تو ہر ایک کا یہی جواب ہوتا تھا کہ ہم نے ایسے میزبان نہیں دیکھے جو مہمان نوازی کا حق ادا کرتے ہوں۔ پس یہ اسوہ ہمارے سامنے ہے اور اس زمانے میں جب ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا ہے آپ نے بھی ہمیں اس حوالے سے تلقین فرمائی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اقتباس کے حوالے سے فرمایا کہ اگر مہمان سخت الفاظ بھی استعمال کریں تب بھی ناراض نہ ہوں۔ اگر مہمان احمدی بھی ہو تب بھی سختی کا جواب سختی سے نہ دیں۔ اپنے ہوں یا غیر حضرت مسیح موعودؑ کے مہمان نوازی کے غیر معمولی نمونے ملتے ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ نے ہی وہ اعلیٰ اخلاق قائم فرمانے تھے جس سے اسلام کی خوبصورت تصویر ہمارے سامنے آئے اور ہم دنیا کے سامنے اس کو پیش کر سکیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ بیان فرمایا جس میں حضرت مسیح موعودؑ خود اپنے ہاتھ سے ایک Tray میں آپؓ کے لیے کھانا لائے جس سے حضرت مفتی صاحبؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ ہمارے رہنما اور پیشوا ہو کر ہماری اتنی خدمت کرتے ہیں تو ہم احمدیوں کو آپس میں کس قدر محبت سے پیش آنا چاہیے۔

ایک مرتبہ بستروں کی کمی ہوگئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے گھر کے سارے بستر مہمانوں کو دے دیے لیکن کسی کو اس کا احساس نہیں ہونے دیا۔ بعض دفعہ بعض لوگ قربانی کر دیتے ہیں لیکن جتا بھی دیتے ہیں۔ ایک موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ مجھے ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو۔ فرمایا مہمان کا دل مثل آئینہ ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے حضرت مسیح موعودؑ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ لیکن بعد ازاں کھانے میں پرہیز نیز مہمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ چنانچہ ایک مرتبہ لنگر خانے کے انچارج کو حضورؑ نے نصیحت فرمائی کہ سب کو واجب الاحترام جان کر ان کی خدمت کرو۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سب کو مہمان سمجھ کر برابر خدمت کرنی چاہیے۔ ہر ایک سے عزت و احترام کا سلوک رکھنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مزید فرمایا کہ تم پر میرا حسن ظن ہے اس لیے مہمانوں کی خوب خدمت کرو۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی وہ حسن ظن ہے جو آج بھی قائم ہے۔

حضور انور نے فرمایا: مجھے علم ہے کہ بعض شعبہ جات کے کارکنان کو بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہر حال میں مہمان سے خوش خلقی سے پیش آنا ہے اور اپنے پر فرض کر لینا ہے کہ اپنے اعلیٰ اخلاق دکھانے ہیں۔ شاملین کی تعداد کم ہے، لیکن پھر بھی بعض کارکن جب مہمانوں کو کسی طرف توجہ دلائیں تو ہو سکتا ہے مہمان برا بھی منائیں۔ لیکن اگر کوئی بات نہیں بھی سنتا تو پھر بھی پیار سے مہمان کو سمجھائیں۔ اکثر مہمانوں کو بھی معلوم ہے کہ ان پابندیوں پر کاربند رہنا ہے۔ اگر کارکن کا رویہ بھی درست نہیں تو زیادہ مشکل بھی پیدا ہو سکتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مومن کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ مہمان کا احترام کرتا ہے۔ یہ مومنانہ خصوصیت ہر ایک میں پیدا ہونی چاہیے۔

حضور انور نے بارشوں کی وجہ سے گاڑیوں کے کیچڑ میں پھنسنے کے حوالہ سے فرمایا کہ یہاں بھی کارکنان بڑے پیار اور آرام سے سمجھائیں۔ مہمان کے تعاون سے ہی کام میں آسانی اور روانی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے دونوں طرف سے تعاون ہونا چاہیے۔ مہمانوں کو بھی قواعد کی پابندی کرنی چاہیے۔ تبھی کام روانی سے ہو سکتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس بات کو بھی مہمان یاد رکھیں کہ اسلام نے جہاں میزبان کو توجہ دلائی ہے وہاں مہمانوں کو بھی ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ میزبان کی مجبوریوں کا بھی خیال رکھیں۔ میزبان کو کہا کہ مہمان سے حسن سلوک کرو۔ مہمان سے کہا کہ اگر میزبان نہ آنے دے تو نہیں آنا چاہیے۔

حضور انور نے فرمایا کہ امسال عمر کی بھی پابندی ہے اور صحت سے متعلقہ شرائط بھی ہیں۔ اس لحاظ سے جماعتوں کو بھی کہا گیا ہے کہ منتخب افراد کو جلسہ میں شامل ہونے دیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ بعض لوگ نئے اس ملک میں آئے ہیں جو شرائط پوری نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ نظام نہیں توڑنا۔ مومن کے لیے اصولی ہدایت دے دی۔ اور حکم دے دیا کہ گھر والے کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: اور اگر تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ تمہارے لیے یہ بات زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کا ایک مقصد اپنے آپ کو پاک کرنا ہے۔ پس بعض لوگ جنہوں نے مجھے بھی لکھا ہے انہیں نظام کی پابندی کرنی چاہیے۔ اور برا بھی نہیں ماننا چاہیے اور شکوہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے حالات کے لیے دعا کریں اور ایسے حالات میں زیادہ تڑپ کر دعا ہوتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا قرآن کریم پر عمل کرنے کے حوالے سے صحابہؓ کا بھی عجیب طریق ہے۔ ایک صحابی کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے پاس جاتے اور کہتے کہ میں اس قرآنی حکم کے لیے بار بار جاتا ہوں کہ میزبان گھر میں داخل ہونے سے انکار کرے اور میں اس قرآنی حکم کی تعمیل کروں کہ گھر میں داخل نہیں ہونا۔ اور دوسرے صحابی بھی قرآن کریم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انہیں داخل ہونے دیتے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے قرآن کریم پر عمل کرتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اپنے نمونے سے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اس لیے بغیر کسی شکوے کے جو شامل نہیں ہو سکتے انہیں شامل نہیں ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جن کو دعوت نامہ اور اجازت ملی ہے وہ ضرور جلسے میں شامل ہوں ورنہ ان لوگوں کی حق تلفی ہوگی جن کو اجازت نہیں ملی۔ موسم کی خرابی کو عذر نہ بنائیں۔

ربوہ اور قادیان کے جلسوں کے حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہاں کھلے آسمان تلے بارش میں بھی جلسے ہوتے تھے۔ اسلام آباد، یوکے میں بھی ابتدائی جلسوں میں جلسہ گاہ کے اندر پانی آجاتا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مثال دی کہ اسلام آباد کے ابتدائی جلسوں میں سجدہ کرتے وقت ماتھے اور گھٹنوں پر کیچڑ آجاتا لیکن ایک جذبے کے ساتھ لوگ جلسے میں شامل ہوتے۔ اس لیے دوبارہ حضور انور نے فرمایا کہ جن لوگوں کو اجازت نامے ملے ہیں وہ ضرور آئیں۔

انتظامی باتوں کو بیان کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کھانے کی مارکی میں فاصلے کا خیال رکھیں۔ کھانا کھاتے ہوئے اور کھانا لیتے ہوئے فاصلے کا خیال رکھیں۔ کھانا لیتے ہوئے ماسک پہنیں۔

ڈیوٹی والے اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ ماسک پہنیں۔ اگر ڈیوٹی والے اس کا خیال نہ رکھیں تو مہمان بھی اس پر عمل نہیں کریں گے۔ اس لیے ہر جگہ ماسک پہنے رکھیں۔

اگر انتظامیہ کے زیر انتظام نعرہ لگے تو ماسک پہن کر اس کا جواب دیں۔

ناک اور منہ دونوں ڈھانپنے ضروری ہیں۔

چیک کرنے والوں کو تسلی کروائیں۔ اور کسی قسم کا اظہار نہ کریں کہ یہ بات بری لگی ہے۔

سیکیورٹی کے لحاظ سے Relax نہ ہو جائیں۔ سب کو مکمل طور پر محتاط ہونا چاہیے۔

کھانے کے حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رات کا کھانا پیک کر کے دیے جانے کا پروگرام ہے۔ اگر اس پر کچھ وقت لگ جائے تو پریشان نہ ہوں۔

جو لوگ ایک لمبے عرصے بعد مل رہے ہوں ان کو دیر بعد ملنا جلسے کے پروگرام سننے یا دعائیں کرنے سے محروم نہ کر دے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان کردہ ایک نقطہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جلسے کے ایام میں ذکر الٰہی کرنے کا ایک فائدہ یہ بتایا کہ اللہ کے ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کا ذکر کرتا ہے اور اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کرے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام احمدی جو اپنے ممالک میں یا گھروں میں جلسہ سن رہے ہیں وہ بھی ذکر الٰہی کریں۔ جلسے کے ماحول سے بھرپور استفادہ کریں۔ جلسے کی کارروائی پورے اخلاص اور توجہ سے سننی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے والا ہو۔

آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے موسم کی بہتری کے لیے بھی دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

القول الفصیح فی تائید المسیح علیہ السلام

16 جولائی 1908ء کے درس قرآن شریف کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ

آج مجھے ایک نہایت ہی لطیف سوال اور اس کا نہایت ہی لطیف جواب پہنچا ہے چونکہ وہ ایک علم اور معرفت کا نکتہ ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کروں۔ وھوھٰذا

حضرت ام المؤمنینؓ نے حضرت اقدسؑ سے آپؑ کی زندگی میں یہ سوال کیا کہ ہم لوگ آپؑ کے واسطے آپ کی زندگی میں اور بعد الموت کس رنگ میں دعا کریں؟

نفس سوال ہی کس شان کا ہے؟ صاحب ذوق لوگ اس کو خوب سمجھتے ہیں مگر اس کے جواب سے جس ایمان اور صداقت کا ثبوت ملتا ہے وہ نہایت ہی پُر ذوق اور وجد انگیز ہے۔

اس سوال کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ میرے واسطے جب جب بھی کوئی دعا کرے تو ان الفاظ میں کرے کہ جب نبی کریم کے واسطے دعا کرے اور آپؐ پر درود بھیجے تو ہمارے واسطے بھی ان الفاظ میں اللہ جلّ شانہٗ کے حضور التجا کرے کہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی خُلَفَآءِ مُحَمَّدٍ

اب ظاہر ہے کہ اس میں حضرت اقدسؑ نے اپنا نام یا کوئی اور خصوصیت نہیں کی بلکہ صرف خلفائے محمد کے واسطے دعا کا ارشاد فرمایا۔ غور کرنے والے دل اور ایک پاک دل اور خدا ترس متقی انسان کے واسطے صرف یہی ایک امر آپؑ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر (نعوذ باللہ) آپؑ کے یہ تمام دعاوی از خود ساختہ اور افترا ہی ہوتے تو آپؑ ان الفاظ میں دعا کرنے کے واسطے ہرگز ہرگز نہ فرماتے بلکہ نام وغیرہ کی خصوصیت کی ضرور قید لگاتے۔ پس موجودہ صورت جواب اس امر کی ایک روشن دلیل ہے کہ حضرت اقدسؑ کو اپنے مامور من اللہ اور خلیفۃ اللہ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین ہونے کا یقین کامل تھا اور آپؑ کو پورا وثوق اور بصیرت حاصل تھی کہ آپ کا نام آسمان پر خدائی دفتر میں **خلیفۃ اللہ** اور خلیفہ **محمد** صلّی اللہ علیہ وسلم درج ہے اور ضروری ہے کہ جب کوئی مومن صدقِ دل سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفاء کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے گا تو آپؑ کو ان دعاؤں کا اثر ضرور پہنچے گا۔۔۔'

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 11)

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم ﷺ کی مسلمانوں کو وصیت

حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (آل عمران:97) یعنی خانہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔ پس اس آیت سے کعبۃ اللہ کا بطور معبد کے تو قدیم ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن یہ امر کہ اس گھر کا حج بھی ابتدائے عالم سے جاری ہے یقینی طور پر ثابت نہیں۔ البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے اس گھر کے حج کے لئے مرکز بنا پایۂ ثبوت تک پہنچا ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (الحج:28) یعنی ہم نے ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ اے ابراہیم! تو لوگوں میں اعلان کر دے۔ آؤ لوگو اس گھر کا حج کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ اس حکم کے ساتھ ہی ہم نے یہ پیشگوئی بھی کر دی تھی کہ اب اس حکم کے بعد یہ گھر دور و نزدیک سب جگہوں سے حج کے لئے آنے والوں کا مرکز بن جائے گا۔ لوگ اتنے نزدیک سے بھی آئیں گے کہ انہیں سواری کی ضرورت نہ ہو گی۔ گھر سے پیدل ہی نکل کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ مکہ کے قرب و جوار میں رہنے والے اور اتنے دور دراز سے بھی آئیں گے کہ ایک فربہ اونٹ جو ہزاروں میل ریگستان کے سفر کو بخوبی طے کر سکتا ہے آتے آتے اس کے کوہان کی چربی پگھل کر بالکل دُبلا ہو کر وہ مکہ میں پہنچے گا۔

پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ حج کا یہ ابراہیمی اعلان آیا ابتدائی اعلان تھا اور حج ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا یا یہ اعلان تجدید حج کی رسم کہنہ کے لئے۔ جو امتداد زمانہ کے زیر اثر مٹ چکی تھی تجدید کا حکم رکھتا تھا۔ خواہ کوئی صورت ہو بہر حال یہ امر یقینی ہے کہ حج کا موجودہ غیر منقطع بابرکت سلسلہ ابو الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ کے پاک وجود کے ذریعہ شروع ہوا اور آج تک اپنی پوری شان و شوکت سے جاری ہے۔ اور یہ قیامت نما محشر کا سالانہ منظر ان شاء اللہ سچے خدا کے سچے وعدوں کے مطابق قیامت تک رونما ہوتا رہے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حج

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریباً اڑھائی ہزار برس بعد انہی کی دعا کے نتیجہ میں انہی کی اولاد سے اللہ تعالیٰ نے عرب کے پتھروں میں ایک لعل بے بہا پیدا کیا وہ کون؟ وہ ہمارے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم۔ حضورؐ نے چالیس برس کی عمر میں دعویٰ نبوت کیا۔ حضورؐ کے دعویٰ سے قبل بھی ہر سال حج ہوتا تھا اور حضور بھی ابراہیمی سنت اور قومی رواج کے ماتحت حج کرتے ہوں گے۔ لیکن حضور کے نئے مذہب یعنی اسلام میں ابھی حج دین کا رُکن اور اسلامی ملت کا ستون نہ بنا تھا۔ دعویٰ کے تیرہ سال بعد حضور مدینہ تشریف لے گئے۔ مگر حج کا حکم ابھی قرآن مجید میں نازل نہیں ہوا تھا۔ مدینہ پہنچ کر ہجرت کے پانچویں سال قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا (آل عمران:98) یعنی اے لوگو! عمر بھر میں ایک دفعہ تم پر فرض ہے کہ اگر کوئی روک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے دار الخلافہ مکہ میں اس کے دربار کعبہ میں حاضری دے آیا کرو۔

اس آیت کے بعد خانہ کعبہ کا حج صرف ابراہیمی سنت نہ رہا بلکہ اسلامی رُکن بن گیا اور اب ایک مسلمان کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ عمر بھر ایک دفعہ مکہ میں اسلام کے لئے ضرور حاضر ہوا کرے۔ لیکن جس وقت مدینہ میں یہ حکم نازل ہوا مکہ میں اس وقت کفار قریش کا قبضہ تھا اور وہ مسلمانوں کو وہاں گھسنے تک نہ دیتے تھے۔ اس لئے حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کے لئے حج کا دروازہ بند تھا۔ اس آیت کے نزول کے تین سال بعد یعنی 8 ہجری کے رمضان میں مکہ فتح ہوا اور حضور علیہ السلام کے بے مثال عفو عام اور بے نظیر درگزر نے مکہ والوں کی کایا پلٹ دی۔ اور وہی جگہ جو کفر کا گڑھ تھی اسلام کا مرکز بن گئی اور مکہ کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے۔ فتح مکہ کے دو اڑھائی ماہ بعد ذوالحجہ میں حج ہوا۔

اس حج میں مکہ کے مسلمان اور کافر اور اسی طرح عرب کے اَور قبائل کے مسلمانوں اور کافروں نے مل جل کر حج کیا۔ لیکن حضور علیہ السلام مدینہ سے نہ تو خود تشریف لائے اور نہ حضور علیہ السلام کے صحابہؓ مدینہ سے کسی امیر کے ماتحت قافلہ بنا کر اس حج میں شریک ہوئے۔ پھر اگلے سال 9 ہجری میں حضور علیہ السلام گو خود حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر قافلہ بنا کر سینکڑوں صحابہؓ کو حج کے لئے بھیجا اور اپنی طرف سے کچھ قربانیاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیں۔ اور گو اس حج میں اکثریت

مسلمانوں کی تھی مگر قبائل کے کافروں نے بھی حج کیا۔ اسی حج میں سورۂ برأت کی ابتدائی آیتوں کا اعلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ السلام کے خاندان میں سے ہونے کے سبب حضور کی طرف سے مکہ میں کیا۔

پھر اگلے سال 10 ہجری کو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنفسِ نفیس ذوالقعدہ کی پچیسویں تاریخ کو ہزاروں لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے جن میں حضور کے قریباً تمام صحابہؓ اور حضور کی تمام ازواج مطہراتؓ اور حضور کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ بھی مع بچوں کے شامل تھیں۔ غرض یہ عظیم الشان قافلہ پونے تین سو میل کا ریگستانی سفر صرف 9 دن میں طے کرتا ہوُا ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ میں داخل ہوا۔

منٰی کے میدان میں اجتماع اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ

چوتھی سے ساتویں تاریخ تک چار دن حضورؐ مکہ میں ٹھہرے رہے۔ آٹھویں تاریخ کو یہ قافلہ منٰی میں گیا جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ نویں تاریخ کو عرفات کے میدان میں پہنچا۔ یہ مقام مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سارا دن دعاؤں میں لگے رہنے کے بعد سورج ڈوبنے پر وہاں سے واپس روانہ ہو کر رات بھر مزدلفہ کے مقام میں رہا جو مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں کے مقررہ میدان میں دعائیں کر کے سورج نکلنے سے پیشتر روانہ ہو کر دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کے دن پھر منٰی کے میدان میں آیا اور وہاں یہ قافلہ تین چار روز ٹھہرا رہا۔

یہاں پر قریباً سب نے قربانیاں کیں۔ سر مُنڈائے، اپنی اپنی نذریں پوری کیں اور دن رات لبیک لبیک یعنی حاضر جناب حاضر جناب کے نعرے لگا کر بسر کیے۔ خود حضور علیہ السلام نے اپنی طرف سے پورے ایک سو اونٹ قربان کئے۔ تریسٹھ (63) اپنے ہاتھ سے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذبح کرائے اور اس طرح اس قافلہ نے حج کے مناسک ختم کئے۔ منٰی کے اس میدان میں علاوہ اس کے کہ خود حضور علیہ السلام کے ہمراہی ہزاروں ہزار مسلمان تھے۔ اردگرد کے قبائل کے مسلمان اور خود شہر مکہ کے لوگ جمع ہو کر ایک لاکھ سے زیادہ مجمع ہو گیا اور بقول کسی اہل ذوق کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی طرح اس حج میں نبیوں کے سردار کے اردگرد ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ تھے۔ جس کا مفہوم یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ، انبیاء علیہم السلام کے مثیل تھے۔ خیر یہ تو ذوقی باتیں ہیں اور اصل تعداد اور حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہرحال منٰی کے میلوں لمبے چوڑے میدان میں حاجیوں کا ایک بے پناہ لشکر اور اللہ کے عاشقوں کا ایک سیلابِ عظیم اُمڈا چلا آتا تھا اور خدا کی راہ میں کفن پہن کر ننگے سر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَکَ لَبَّیْکَ پکارنے والوں کا اتنا بڑا ہجوم تھا کہ جسے دیکھ کر حشر کا میدان آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا۔ اس عظیم الشان مجمع میں حضور علیہ السلام منبر کا کام ایک اونٹنی سے لیتے ہوئے اس پر سوار ہو کر تشریف لائے اور ایک نہایت اونچی آواز والے صحابی جریر نامی سے کہا:۔

یَا جَرِیْرُ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ لَعَلِّیْ اَعْھَدُ اِلَی النَّاسِ

یعنی اے جریر! ذرا لوگوں کو چپ کراتا کہ میں انہیں وصیت کر سکوں۔ اس پر جریر اور بعض دوسرے لوگوں نے مجمع کو یہ کہہ کر کہ حضور علیہ السلام کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں خاموش کرایا۔ اور یہ عظیم الشان مجمع ایسا پُر سکوت اور ہمہ تن گوش ہو گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جس وقت حضور علیہ السلام خطبہ فرمارہے تھے میں حضور کی اونٹنی کی نکیل تھامے کھڑا تھا اور اونٹنی کے منہ سے لعاب میرے اوپر گرتا تھا مگر میں ذرا حرکت نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے لعاب سے میں تربتر ہو گیا۔ مگر ذرا آگے پیچھے نہ ہوُا۔ اس کے بعد جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے ایک لمبا وعظ فرمایا۔

رسول کریم ﷺ نے کیا فرمایا:۔

چونکہ کسی ایک حدیث میں ترتیب سے پورا خطبہ درج نہیں بلکہ مختلف حدیثوں میں مختلف حصے بیان ہوئے ہیں اس لئے میں اپنی ترتیب سے بامحاورہ حاصل مطلب کے طور پر وہ تمام باتیں جو مختلف حدیثوں میں آئی ہیں عرض کر دیتا ہوں:۔

حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر خدا تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا۔ لوگو سن لو! میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ معلوم نہیں ہم تم پھر ملیں یا نہ ملیں۔ اس لئے غور سے میری باتیں سن لو۔ پھر فرمایا۔ لوگو! یہ کونسا مہینہ ہے۔ لوگوں نے سمجھا شاید حضور اس مہینہ کا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ اس لئے لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا یہ مہینہ ذوالحجہ نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ پھر فرمایا۔ یہ کونسا دن ہے۔ لوگوں نے پھر وہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا یہ حج کا دن، قربانی کا دن اور دسویں تاریخ نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ پھر حضور نے پوچھا۔ یہ کونسا مقام ہے؟ حاضرین نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ کیا یہ حرم نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ پھر سن لو کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر آپس میں اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ اور تمہارا یہ مقام حرام ہے۔

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی تشریح یہ ہے کہ عرب کے لوگ زمانہ کے لحاظ سے ذوالحجہ مہینہ کو منجملہ بعض اور حرام مہینوں کے حرام یعنی عزت والا مہینہ سمجھتے تھے۔ یعنی نہ اس ماہ میں وہ لڑائی کرتے تھے نہ ڈاکہ وغیرہ ڈالتے تھے اور نہ قتل وغارت کے مرتکب ہوتے تھے۔ بلکہ یہاں تک وہ محتاط تھے کہ قاتل کو قصاص میں بھی اس مہینہ میں قتل نہ کرتے تھے۔ بلکہ انتظار کرتے رہتے تھے اور شہر الحرام گزر جاتے پھر اُسے قتل کرتے تھے۔ ان کا کیسا ہی شدید دشمن کیوں نہ ہو مجال نہ تھی کہ اس مہینہ میں اس کو کوئی تکلیف پہنچائیں۔ دوست دشمن سب کھلے بندوں پھرتے تھے۔ کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ کسی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ بالخصوص اس ماہ کی دسویں تاریخ جو حج کی ایک نہایت اہم تاریخ تھی نہایت ہی حُرمت اپنے اندر رکھتی تھی۔ کیونکہ عرب کے تمام قبائل اسی تاریخ کو اکٹھے ہوتے تھے۔

مقام منٰی کی حُرمت

پھر مکان کے لحاظ سے منٰی ان مقامات میں سے تھا کہ خدا کا حرم کہلاتا تھا اور یہ مقام ان مقامات میں سے تھا کہ اگر حرام مہینے نہ بھی ہوں مگر اس مقام پر قتل و غارت کا امکان نہ تھا۔ قصاص کے وقت بھی قاتل کو حرم سے باہر لے جا کر قتل کیا جاتا تھا۔ پس جس دن اور جس مقام پر حضور علیہ السلام نے یہ خطبہ پڑھا وہ دوگنی بلکہ سہ گنی حرمتوں کا مجموعہ تھا کہ مہینہ بھی حرام، دن بھی حرام اور جگہ بھی حرام۔

پس اُس دن اور اس مقام کی حرمتوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے لوگو! تم اس مہینہ کو حرام، اس دن کو حرام اور اس مقام کو حرام سمجھتے ہو۔ اور حرمت کے قواعد کے مطابق ناممکن ہے کہ ان تینوں حرمتوں کی موجودگی میں تم اس مکان سے ایک کانٹا بھی توڑ سکو۔ مگر یاد رکھو کہ یہ مکانی اور زمانی حرمتیں تو ایک واسطہ ہیں اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اصلی مقصد تو یہ ہے کہ جس طرح تم اس مہینہ میں بالخصوص اس دن میں پھر خصوصیت سے اس مقام پر کانٹا توڑنا بھی حرام سمجھتے ہو۔ سن لو کہ ایک مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت تم پر ہر روز اور ہر مقام پر اُسی طرح حرام اور قطعی حرام ہے جس طرح آج کی حرمت، جس طرح اس مہینہ کی حرمت اور جس طرح اس مقام کی حرمت ہے۔

پھر فرمایا کہ دیکھو لوگو! عدل سے اِدھر اُدھر نہ ہونا۔ جو مجرم ہو اسی کو پکڑنا۔ مجرم کے بدلہ اس کے باپ کو یا قصور وار کے عوض اس کے بیٹے کو نہ پکڑنا بلکہ جو کرے وہی بھرے۔ یہ نصیحت حضور علیہ السلام نے اس لئے کی کہ جاہلیت میں قتل وغیرہ جرائم میں قاتل کی شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ ان کا مقصد جرم کا بدلہ لینا ہوتا تھا۔ قصور وار نہ ملا تو اس کے باپ ہی کو پکڑ لیا۔ وہ نہ ملا تو بیٹے کو گرفتار کر لیا۔ وہ ہاتھ نہ لگا تو کسی اور رشتہ دار کو سزا دے دی۔ اس کا موقع نہ ملا تو مجرم کے قبیلہ کے کسی نہ کسی فرد سے بدلہ لے لیا۔

سُود کا انسداد

پھر فرمایا کہ لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے بھائی سے وہی سلوک کرے جو وہ چاہتا ہے کہ مجھ سے کیا جائے۔ لوگو! آج سے جاہلیت کے تمام سُودی کاروبار کو میں اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں۔ تم لوگ اپنے قرضوں کی اصل رقم تو مقروضوں سے واپس لے سکتے ہو مگر سُود کی ایک کوڑی نہیں لے سکتے۔ ہاں میں اپنے خاندان کو نمونہ بنانا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں اپنے چچا عباس (جو سُودی کاروبار کرتے تھے) کے تمام قرضے کالعدم کرتا ہوں۔ نہ سُود نہ اصل رقم۔ دونوں رقمیں اس کے مقروضوں کو معاف کرتا ہوں۔

زمانہ جاہلیت کے قصاص معاف

پھر فرمایا:۔ لوگو! میں زمانہ جاہلیت کے تمام خونوں کو اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں۔ اب کوئی شخص اسلام میں اپنے کسی مقتول کے بدلہ میں جو اسلام سے قبل قتل کیا گیا ہو کسی کو قتل نہیں کر سکتا اور نمونہ کے طور پر میں اپنے سگے چچا حارث بن عبد المطلب کا خون معاف کرتا ہوں کہ جسے ھذیل قبیلہ نے شیر خواری کی عمر میں جبکہ وہ بنی لیث قبیلہ میں ایک دائی کے پاس رہتا تھا قتل کر دیا تھا۔ یہاں پر جاننا چاہئے کہ جاہلیت میں عرب لوگوں کا یہ دستور نہ تھا کہ قتل کے عوض میں قاتل ہی کو سزا دی جائے بلکہ جب کسی قبیلہ کا کوئی آدمی کسی دوسرے قبیلہ کے کسی آدمی کے ہاتھ سے مارا جاتا تو مقتول کے قبیلہ کے لوگ اس قتل کو یاد رکھتے اور جب کبھی موقع ملتا خواہ پچاس برس کے بعد ہی کیوں نہ ہو تو وہ قاتل کے قبیلہ میں سے کسی ایک یا زیادہ اشخاص کو قتل کر دیتے۔ اور سب قبائل اپنے مقتولوں اور ان کے قاتلوں کی فہرست از بر یاد رکھتے اور موقع نکلنے پر بدلہ اس قبیلہ سے لیتے تھے۔ پس قصاص قاتل اور مقتول کے درمیان نہ ہوتا تھا بلکہ قاتل اور مقتول کے قبیلوں کے درمیان ہوتا تھا۔ اس دستور کے مطابق حضور کا ایک چچا حارث نام جو دودھ پینے کے لئے بنولیث قبیلہ میں بھیجا گیا وہاں اسے ھذیل قبیلہ کے کسی آدمی نے قتل کر دیا۔ اب حضور کے خاندان بنوہاشم موقع کے منتظر تھے کہ کسی مناسب موقع پر ھذیل قبیلہ کا کوئی بڑا آدمی قتل کریں کہ اس اثناء میں بیسیوں برس گزر گئے۔ حتٰی کہ اسلام آیا، پھر مکہ فتح ہوا اور پھر حجۃ الوداع کا موقع آیا۔ اس موقع پر تمام ملک کے لوگوں کی موجودگی میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام قتل جو آج سے قبل مختلف قبیلوں میں ہو چکے۔

اب میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے پہلا سب حساب بند اور سب سے پہلے میں اپنے چچا حارث کا خون کالعدم کرتا ہوں۔

بیویوں کے متعلق وصیت

پھر فرمایا۔ لوگو! میں تمہاری بیویوں کے متعلق تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان سے حسن سلوک سے پیش آیا کرو۔ سنو وہ تمہاری لونڈیاں نہیں ہیں بلکہ اِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ (سنن الترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء في حق المرأة على زوجها) یعنی وہ تمہاری مددگار ہیں جو خدا نے تمہیں تمہارے فرائض کے سرانجام دینے کے لئے عنایت کی ہیں۔ اس سے زیادہ تمہارا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ بے حیائی اختیار کریں۔ مگر یہ تمہارا وہم نہ ہو بلکہ ان کی بے حیائی کھلم کھلا اور ثابت شدہ ہو تو بے شک تمہیں ان کی اصلاح کے لئے قدم اُٹھانے کی اجازت ہے۔ سنو! پہلے انہیں وعظ و نصیحت کرو۔ پھر اگر اثر نہ ہو تو تنبیہ کے طور پر ان سے الگ کمروں میں رات گزارو۔ پھر بھی اگر وہ اصلاح نہ کریں تو تمہیں انہیں بدنی سزا کا بھی اختیار ہے مگر دیکھو ہڈی نہ ٹوٹے، گوشت نہ پھٹے، ضرب شدید نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری اس تنبیہ پر اپنی اصلاح کر لیں تو پھر قطعاً اِدھر اُدھر کے بہانوں سے اپنا غصہ یا کینہ نہ نکالو۔ سنو لوگو! جس طرح تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اسی طرح تم پر بھی ان کے کچھ حقوق ہیں۔ مثلاً تمہارا یہ حق ہے کہ تمہاری بیویاں ان لوگوں سے نہ ملیں جن سے تم انہیں روکتے ہو۔ تمہارے گھروں میں انہیں نہ آنے دیں جن کا آنا تمہیں ناپسند ہو۔ دیکھو لوگو! تمہارا بھی فرض ہے کہ تم کھانے پینے، کپڑے وغیرہ میں ان سے آرام و آسائش کا سلوک اختیار کرو۔

خدا کا پیغام پہنچا دیا

اس کے بعد فرمایا۔ دیکھو! اللہ نے میرے ذریعہ تم سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تم پھر جاہلیت کا طریق اختیار کر کے ایک دوسرے کی گردنیں اُڑانے لگ جاؤ۔ اس کے بعد حضور نے بہت سی نصیحتیں فرمائیں اور جب حضور یہ خطبہ ختم کر چکے تو فرمایا کہ لوگو! بتاؤ میں تم کو یہ سب باتیں سنا چکا ہوں یا نہیں؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہاں حضور نے ہمیں یہ باتیں پہنچا دی ہیں۔ اس پر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا کہ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ یعنی اے اللہ! گواہ رہ کہ میں تیرے بندوں کو تیرا پیغام پہنچا چکا اور اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ تین دفعہ حضور نے یہ الفاظ فرمائے۔ پھر فرمایا کہ اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ یعنی اے حاضرین! تمہارا فرض ہے کہ میری یہ باتیں ان کو پہنچا دو جو اس مجلس میں حاضر نہیں۔ اس پر حضور نے یہ خطبہ ختم فرمایا اور چار روز کے بعد حضور واپس مدینہ تشریف لے گئے جہاں اس خطبہ سے اٹھاسی دن بعد حضورؐ کا وصال ہو گیا اور حضور اس ناپائیدار دنیا کو چھوڑ کر اس دائمی زندگی کے گھر میں اپنے سب سے محبوب اور حقیقی رفیق کے حضور میں جا پہنچے۔

حجۃ الوداع

حضور کے اس حج کو حجۃ الوداع یعنی رخصت کا حج کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو حجۃ الوداع کے نام سے دھوکا لگتا ہے کہ حضور نے شاید کئی حج کئے۔ جن میں سے ایک کا نام حجۃ الوداع ہے۔ مگر ایسا نہیں۔ کیونکہ حضور نے اسلام میں حج کے فرض ہونے کے بعد صرف ایک حج کیا اور حضور کا یہ حج بسبب اس کے کہ اس میں حضور نے اپنی وفات کے قریب ہونے کا اعلان کیا اور بسبب اس کے کہ اس میں تمام لوگوں کو جمع کر کے بہت سی نصیحتیں کر کے رخصت کیا۔ حجۃ الوداع یعنی رخصت کا حج کہلایا۔ اے میرے خدا! مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس امر کی توفیق عطا فرما کہ ہم ہر مسلمان کے خون، مال اور عزت کو اسی طرح حرام بلکہ اس سے بڑھ کر حرام سمجھیں جس طرح قدیم سے عرب لوگ ذوالحجہ مہینہ کی حرمت بالخصوص اس کی دسویں تاریخ کی حرمت پھر خاص کر بَلَدُ اللهِ الْحَرَام کی حرمت کو مانتے، تسلیم کرتے اور قائم کرتے تھے۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔ آمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْن۔

(روزنامہ الفضل قادیان 21 فروری 1940ء)

فَقَالَ عَلی أَنِّی لَمْ أَرَ زَمَانًا خَيْرًا لِعَامِلٍ مِنْ زَمَانِكُمْ هَذَا، اِلَّا أَنْ يَكُوْنَ زَمَانًا مَعَ نَبِيٍّ

(مسند احمد بن حنبل مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ 13897، بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 804)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تمہارے اس زمانہ سے بہتر زمانہ اچھے اثرات کے لحاظ سے مجھے نظر نہیں آتا البتہ اگر کوئی نبی آئے تو اس کے زمانہ کی برکات کی اور بات ہے۔

انصاف کا فقدان اور یوم آزادی

سید شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے وطنِ عزیز پاکستان کو آزادی حاصل کیے اب 74 سال ہو رہے ہیں اور ہمیشہ کی طرح اب بھی وطنِ عزیز میں 14 اگست کا دن بڑے جوش و جذبہ اور احترام کے ساتھ یوم آزادی کے طور پر منایا جائے گا۔ ان شاء اللہ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وطنِ عزیز پر ہمیشہ اپنا سایہ رکھے۔ اور دشمن کی حاسدانہ نظر سے اسے بچائے رکھے۔ اور اہالیان پاکستان کو خوشحالی عطا کرے۔ ہر ایک کو آزادی اور امن کے ساتھ یہاں رہنا نصیب ہو۔ آمین ثم آمین

یوم آزادی منانے سے نوجوان نسل کو وہ قربانیاں یاد دلانا مقصود ہوتی ہیں جن کے بعد وطنِ عزیز حاصل کیا گیا۔ اور پھر یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ قوم نے کس کس میدان میں کتنی ترقی کی اور کہاں کہاں مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جب اس نقطۂ نظر سے قوم کی حالت پر نظر دوڑائیں تو بڑا بھیانک منظر سامنے آتا ہے یہ صرف کہنے اور لکھنے کی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔ آپ کسی بھی دن کا اخبار پڑھ لیں۔ ٹی وی پر خبریں سن لیں انحطاط اور بدامنی نظر آئے گی۔ کل اور آج کی خبروں میں (27-28جولائی 2021ء) کی خبروں کی بات کر رہا ہوں کم سن بچیوں اور بچوں کے ساتھ زیادتی کی خبریں بار بار دہرائی جارہی ہیں۔ نیز بعض کو زیادتی کے بعد بے رحمی سے قتل کرنے کی خبریں بھی آرہی ہیں۔ نور مقدم قتل کیس، 27جولائی 2021ء کی خبر کے ساتھ ساتھ یہ خبریں دیکھئے۔

خیبر پختونخواہ میں سگی بہن کو زنجیروں سے باندھ کر کمرے میں بند رکھنے پر تین بھائی گرفتار (بی بی سی اردو)

'خاموش رہیں اندر لڑکی قتل ہو رہی ہے، بی بی سی میں اردو کالم

عاصمہ شیر ازی کا کالم "ہم گناہگار عورتیں"

سیلاب، لوٹ کھسوٹ، بے ایمانی اور مذہب کے نام پر مساجد سے کلمہ مٹانے کی پولیس کی موجودگی میں کارروائی۔ مساجد کے مینار گرانے اور قربانی کرنے والے احمدی مسلمانوں اور قصائی کی گرفتاری وغیرہ وغیرہ ایسے امور ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وطنِ عزیز میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں۔ میں آپ کو تھوڑا سا ماضی میں لیے چلتا ہوں۔

مذہب کی آڑ اور توہینِ رسالت کے مزعومہ جرم میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا قتل۔ شہباز بھٹی اقلیتوں کے لیڈر کا قتل کس بنا پر ہوا؟ پھر گوجرہ میں عیسائیوں کے گرجے اور گھروں کو آگ لگانے کی وطن عزیز میں کارروائی۔ احمدیوں کی دو بڑی مساجد واقع لاہور میں 28 مئی 2010ء میں حملہ جس میں 86 سے زائد افراد شہید کئے گئے اور سو سے زائد زخمی ہوئے۔ احمدیوں کی مساجد کی پیشانی سے کلمہ مٹانے کی کارروائی۔ صرف یہی نہیں بلکہ احمدیوں کے قبرستان سے مردے اکھاڑے گئے۔ اُن کے قبرستانوں میں نام کی تختیوں کی بے حرمتی جاری ہے۔ اور بعض جگہوں پر فوت شدگان کی تدفین سے بھی روکا جارہا ہے۔ کیا یہی انصاف ہے؟ میں کیا کیا بات لکھوں؟

حال ہی میں عید الاضحیہ پر کئی جگہ احمدیوں کو قربانی سے روکا گیا۔ جانور ہی اٹھا کر لے گئے۔ اور ان کے خلاف پرچہ بھی درج کرایا گیا۔ اس پر کسی مثبت سوچ رکھنے والے نے ٹویٹ کیا۔ کہ اب حد ہو گئی ہے، آپ نے انہیں کافر کہہ دیا۔ اسمبلی سے کافر ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی جاری کر دیا۔ آپ نے علماء سے انہیں کافر ہونے کا فتویٰ بھی صادر کرایا۔ اب ان کو جینے بھی دیں۔ اس پر اس شخص پر لوگوں کے لعن طعن کی بارش ہو گئی

اور ستم ظریفی دیکھئے کہ جب حکومتی افسران یورپین ممالک کا دورہ کرتے ہیں اور ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے ملک میں اقلیتوں کے ساتھ یہ ناروا سلوک ہو رہا ہے تو صاف جھوٹ بول دیتے ہیں کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں انہیں ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس پر تو یہی صادق آتا ہے کہ ؎

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اس سلسلہ میں مَیں ایک پرانے اخبار روزنامہ ایکسپریس 12 جنوری 2010ء سے جناب جاوید چودھری صاحب کے ایک کالم سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

عذاب کس کو کہتے ہیں؟

"پاکستان اس وقت دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا سب سے بڑا اتحادی ہے ہم اس جنگ میں وہ سب کچھ کھو چکے ہیں جو 62 برسوں میں حاصل کیا تھا۔ ہماری معیشت آخری دموں پہ پہنچ چکی ہے۔ ہماری انڈسٹری، کاروبار، سیاحت اور بازار بند ہو چکے ہیں۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے۔ جس کے تعلیمی ادارے تک دہشت گردی کی وجہ سے بند ہو گئے تھے۔ پاکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری ختم ہو چکی ہے پورے ملک کا انفراسٹرکچر ٹوٹ چکا ہے۔ ملک میں اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔ تمام بڑے شہروں پر خودکش حملوں کے خطرات منڈلاتے رہتے ہیں۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں جنگ ہو رہی ہے اس لیے پہلے سوات میدان جنگ تھا، سوات کی جنگ ختم ہو گئی مگر زندگی ابھی تک وہاں پر معمول کے مطابق نہیں آئی۔ سارا معاشرہ بے روزگاری، مہنگائی، تشدد، دہشت گردی، ڈپریشن اور لاقانونیت (Lawlessness) کی انتہاء کو چُھو رہا ہے۔ اور اس جنگ میں ہمارے اتنے فوجی افسر اور فوجی نوجوان شہید ہو چکے ہیں جتنے 3 جنگوں میں نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اس خدمت کا صلہ ہمیں تذلیل، بے عزتی اور توہین کی شکل میں مل رہا ہے۔"

خاکسار یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں اس تراشہ کے سیاسی پہلوؤں پر تو گفتگو نہیں کرنا چاہتا لیکن اخلاقی پہلوؤں کو ضرور چھوؤں گا کہ جس قوم کے اخلاق بگڑ جائیں وہ عذاب ہی کی مستحق ہوتی ہے اور ہر قسم کی آفتیں اس پر آتی ہیں۔ ایسے میں یوم آزادی کا کیا مطلب ہو گا؟

دیکھنے والی بات اور غور کرنے والی بات یہ ہے کہ وہ کیا عزائم اور مقاصد تھے جن کی بنیاد پر پاکستان کو حاصل کیا گیا تھا۔ قائد اعظم کا پاکستان بنانے کے لیے وہ کون سا خواب تھا جو آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا؟

جس ملک میں انصاف کا فقدان ہو جائے۔ جس ملک میں انسانیت کا عزت و احترام ختم ہو جائے۔ جس ملک میں لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت، بے ایمانی اپنی حدوں کو بھی پھلانگ جائے وہاں کس قسم کی آزادی منائی جائے گی!

قوم کس بات پر نازاں ہے؟ کہ ہم بے ایمانی میں بڑھ گئے ہیں۔

قوم کس بات پر خوش ہے؟ کہ ہم نے گزشتہ 73 سالوں میں اپنے ہی لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے کافر بنا دیا۔

قوم کس بات پر نازاں ہے اور فخر سے سر بلند کر رہی ہے؟ کہ مُلّاں ازم کا بھوت حکومت کے سر پر سوار ہے جو ان کی گردن کو اب خدائے واحد کے آگے جھکانے کی بجائے مُلّاں ازم کے آگے جھکا رہا ہے۔

جس قوم میں عزت و احترام ختم ہو جائے، مذہب کی آڑ میں انسانی قدروں کا خون کر دیا گیا ہو۔ پھر وہ یوم آزادی کس طرح منا سکتی ہے؟ بس سلامیاں لے کر، مساجد میں دعائیں مانگ کر، یہ دعائیں جو مانگتے ہیں خدا ان کو سنتا کیوں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ قوم اپنی کرتوتوں پر شرمندہ نہیں ہوتی، تائب نہیں ہے، لبوں پر دعا اور دل میں کچھ اور۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو ظالم نہیں ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ بندے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

خاکسار نے بہت پہلے ایک مضمون لکھا تھا جو امریکہ کے اخبارات میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا۔ Freedom isn't freedom without justice.

یہ ملک امریکہ جس کی اکثریت عیسائیت اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھتی ہے جب اس نے اپنا آئین بنایا تو ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی مذہب، قوم اور ملّت سے تعلق رکھتا ہو پوری آزادی دی ہے۔ وہ کوئی بھی مذہب اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن وائے افسوس! وطن عزیز کو آزادی حاصل کرانے میں جس گروپ اور لوگوں نے قربانیاں دیں انہیں ہی آج اس ملک میں بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔

ہر دو ملک کے آئین اور قوانین کو دیکھئے آپ کو بہت بڑا فرق نظر آئے گا امریکہ ہر ایک کو مذہبی آزادی دیتا ہے جب کہ وطن عزیز میں یہ آزادی آئین اور قانون کے ذریعہ ختم کر دی گئی ہے۔ قائد اعظم نے تو آزادی حاصل کر کے سب کو آزادی دے دی تھی کہ تم آزاد ہو مساجد میں جانے میں اور اپنے مندر میں جانے میں، ریاست کا تمہارے مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو گا۔ لیکن جوں ہی بانیٔ پاکستان نے آنکھیں بند کیں تو وہ آزادی سلب کر لی گئی اور اس پر فخر یہ کہ اسے اب آئین کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اٹل قانون بیان فرمایا ہے کہ اس نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی جو خود اپنی حالت نہیں بدلتی۔ (بحوالہ سورۃ الرعد آیت 12) اور حالت بدلنے کی نشانیاں اور علامات یہ ہیں کہ قوم میں سچائی آ جائے، بے ایمانی ختم ہو جائے، ہر ایک کو آزادی دی جائے۔ احترام انسانیت ہو، امتیازی سلوک ختم کیا جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قوم میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ پیدا ہو جائے۔

وطنِ عزیز میں رہنے والے 14 اگست کو بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کو کس چیز پر خراج تحسین پیش کریں گے۔ ان کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے لیے شاید فاتحہ خوانی بھی کریں۔ لیکن اس کا کیا مقصد ہو گا؟

اے ہمارے محسن بانیٔ پاکستان ہم نے تیرے احسان کا بدلہ اس طرح دیا ہے کہ

پاکستان کو ملاؤں اور دہشت گردوں کے سپرد کر کے پوری قوم کا جینا حرام کر دیا ہے۔ ہم نے اقلیتوں کی آزادی سلب کر لی ہے اور اب وہی ہاں وہی جنھوں نے اس ملک کی آزادی کی خاطر قربانیاں دی تھیں ان کو اُن کے بنیادی حقوق سے بھی محروم کر دیا ہے۔ اب بتاؤ ہم تیرے احسانوں کا کس طرح شکریہ ادا کریں۔

پس میں وطنِ عزیز میں رہنے والے ہر دردمند پاکستانی سے عرض کرتا ہوں کہ خدا کے لیے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور قائداعظم کا خواب شرمندۂ تعبیر کریں۔

پورے خلوصِ دل سے ساری قوم کو سیدھے راستے پر گامزن ہونا پڑے گا اور ہر اس حرکت سے باز آنا پڑے گا جو وطنِ عزیز کے کسی شخص کے لیے بھی امن کو برباد کرتا ہو۔ پھر خدائے ذوالمنن کے اس قول پر بھی دھیان دیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (سورة بنی اسرائیل: آیت 16) کہ ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک قوم میں اپنا فرستادہ نہ بھیج دیں۔

دُعا

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ

اے آنکہ میرے واقفِ اَسرار ہو تم ہی
دلبر تُم ہی نِگار تُم ہی یار ہو تُم ہی

کوئی نہیں جو رَنج و اَلَم سے کرے رِہا
یاں دِل شِکَن بہت ہیں پہ دلدار ہو تُم ہی

دروازہ اور کوئی بھی آتا نہیں نظر
جاؤں میں کس طرف کو، جو بیزار ہو تُم ہی

تُم سا کسی میں حُسنِ گُلو سوز ہے کہاں
عالَم کی ساری گرمئ بازار ہو تُم ہی

لینے کا اس مَتاع کے کس کو ہے حوصلہ
لے دے کے میرے دِل کے خریدار ہو تُم ہی

اعمال ہیں نہ مال - نہ کوئی شفیع ہے
اب بات تب بنے جو مددگار ہو تُم ہی

تُم سے نہ گر کہوں تو کہوں کس سے جا کے اور
اچھا ہوں یا بُرا - مِری سرکار ہو تُم ہی

اب لاج میری آپ کے ہاتھوں میں ہے فقط
سَتّار ہو تُم ہی مِرے، غَفّار ہو تُم ہی

درماندہ رہ گیا ہوں غَضَب تو یہی ہوا
کیجے مدد! کہ چارۂ آزار ہو تُم ہی

"یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے"

(الفضل 4 نومبر 1920ء)

ربوہ میں جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیوں کے معمارِ اوّل

حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب مرحوم

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتٰکُمْ

امتیاز احمد راجیکی

بہت بچپن کی بات ہے، کبھی کبھار مسجد مبارک ربوہ میں نماز کا موقع ملتا تو اس کے شمالی کونے میں نوافل میں مشغول ایک انتہائی خوبصورت چہرے پر نظر ٹِک سی جاتی۔ یہ بات سمجھ میں نہ آتی تھی کہ وہ چہرہ اتنا حسین تھا یا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کا انہماک اور استغراق اتنا پُر کشش تھا کہ نگاہیں پلٹ نہ پاتیں۔ ٹکٹکی باندھے چھپ کر چپکے چپکے اسے دیکھتا رہتا جیسے ہمیشہ کے لیے دل کی نگاہوں میں بسا لینے کا ارادہ ہو۔ لیکن اگر کہیں اتفاقاً نظر سے نظر مل جاتی تو کنی کترا کر اس طرح بھاگنے کی کوشش کرتا گویا کوئی ملزم کٹہرے میں کھڑا کیا جانے والا ہو۔ جواباً شاید ایک ہلکی سی مسکراہٹ ہی کا سامنا ہوتا جو یہ کہہ رہی ہو کہ کب تک بھاگتے رہو گے . . . آخر ہو تو ہمارے ہی . . .

اس حسین وجود سے شاید زندگی میں میرا اس سے زیادہ آمنا سامنا نہیں ہوا مگر پھر بھی وہ اس طرح میری رگ رگ میں سما گیا۔ میرا محسن، میرا مربّی ور ہنما بن گیا۔ گویا عملی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ اس کے اَن کہے، اَن سنے، اَن دیکھے احسانوں کا مرہونِ منت بن گیا۔

یہ وجود کیا تھا . . . ! ایک گہری گھٹا کی طرح آیا، جھکڑوں کی سی تیزی اور بجلی کی کڑک اور کوند لیے موسلا دھار ابرِ رحمت کی طرح برسا، ان گنت پیاسوں کو سیر اب کیا، خشک سالیوں کا علاج کیا اور فوراً ہی چھٹ گیا۔ مطلع صاف کر کے خود بھی یکلخت غروب ہو گیا۔

آج جب جلسہ سالانہ میں اپنی ڈیوٹیوں کی کم و بیش نصف صدی اور امریکہ میں لنگر مسیح موعود علیہ السلام کی ربع صدی سے زائد تاریخ کو دیکھتا ہوں تو اس کے تار و پود کے پیچھے وہی حسین چہرہ دکھائی دیتا ہے جس نے جانے انجانے میں ہمارے کردار کی بنیادیں رکھیں، انہیں اپنے خونِ جگر سے سینچا اور صدیوں کے مشن کو چند سالوں میں سمیٹ کر ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔

اس وجود کے علم کی وسعت، کردار کی عظمت، انتظام و انصرام کی صلاحیت، اور تفقہ و زہد کی رنگت اتنی ہمہ گیر تھی کہ اس کی سیرت و سوانح لکھنے والے پریشان اور بے بس ہو جاتے ہیں کہ تھوڑی سی مدت میں وہ جتنے کام کر گیا انہیں سمیٹیں کیسے؟ اتنی چھوٹی سی عمر میں وہ جس اعلیٰ مقام کو پا گیا اس کا ادراک کیسے کریں؟

اس وجود کو خدا تعالیٰ نے جس نسبی اور موروثی عظمتوں سے نوازا اور اسے امام الزماں مسیحِ دوراں علیہ السلام کے خاندان سے پیوند کر کے چار چاند لگائے وہ سانحی، وارداتی یا حادثاتی وقوعہ تھا نہ کسی اکتسابی جدوجہد کا نتیجہ۔ وہ تو خدائے عزّوجلّ کی ایک ماورائی تقدیر اور عنایت تھی جو نصیب والوں ہی کو ملتی ہے۔ آقا علیہ السلام کے خسر حضرت سیّد میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ کے پوتے، حضرت سیّد میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دامادی کے شرف کا تاج پہنے ہوئے یہ وجود ایسا ہی تھا جیسے ایک تیز رفتار براق کا سوار آناً فاناً اسرار و اسراء کی منزلیں طے کرتا ہوا افق میں پنہاں ہو گیا۔ اس کی پرچھائیوں کا کھوج لگانے والے بس راہ ہی تکتے رہ گئے۔

حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب مرحوم کی مختصر سی زندگی میں اتنے باب رقم ہو گئے، اتنے قرینے سمٹ گئے، اتنے قصے پنہاں ہو گئے کہ کسی ایک پہلو کا احاطہ کرنا بھی آسان کام دکھائی نہیں دیتا۔ جامعہ احمدیہ کا انتظام و انصرام ہو، حدیث و فقہ کی تدوین ہو۔ دارالمصنفین و دارالافتاء کی ذمہ داریاں ہوں۔ خدام الاحمدیہ کی صدارت کے بوجھ ہوں یا خدمتِ درویشاں کے درد . . . گویا آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پہاڑوں جیسا بوجھ اٹھائے ہوئے کٹھن مسافتوں کے سفر پر گامزن تھا . . . اور شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ یہ تیز گام شہسوار جلد از جلد اپنی منزل کو پہنچ جائے۔ اپنی اجلِ مسمّیٰ کو پا لے۔

میری زندگی حضرت میر صاحب کے احسانوں سے دو طرح فیض یاب ہوئی۔ ایک اجتماعی اور دوسرا ذاتی رنگ میں۔ اجتماعی فیض تو اتنا وسیع و عمیق ہے کہ اس کی

وسعتوں اور گہرائیوں کو جانچنے اور پرکھنے کے لیے ہمارے پاس کوئی میزان ہی دکھائی نہیں دیتا۔

قادیان سے آنے کے بعد ربوہ دار الہجرت میں سارا نظم و نسق نئے سرے سے مستحکم کرنے کے لیے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی نظر کرم جن نوخیز اور نو آموز نوجوانوں پر پڑی حضرت میر داؤد احمد صاحب ان میں سے ایک تھے۔ اپنی بے پناہ علمی اور عملی قابلیتوں اور انتظامی صلاحیتوں کی بنا پر آپ بہت جلد خلیفۂ وقت کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ اور بہت سی ذمہ داریوں کے کوہِ گراں آپ کے کندھوں کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے جن میں جلسہ سالانہ اور اس کی ڈیوٹیوں کو نئے سرے سے مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا ایک اہم ذمہ داری تھی۔

اِس وقت تمام دنیا میں جلسہ سالانہ کے عظیم ادارے کے جو کام آج ہم دیکھ رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ان خاص فضلوں اور انعاموں کا نتیجہ ہیں جو اس نے حضرت میر صاحب اور آپ کے ساتھیوں کی عاجزانہ کاوشوں کو قبول کر کے عطا فرمایا۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت چودھری حمید اللہ صاحب جیسے نائبین سے سرفراز فرمایا۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی وفات کے بعد حضرت چودھری حمید اللہ صاحب آپ کی عظیم جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ چودھری صاحب کی عمر و صحت اور مرتبت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ غیر معمولی انوکھا اور منفرد اعزاز صرف جماعت احمدیہ ہی کا طرۂ امتیاز ہے کہ ایک شخص ایک جگہ افسر ہوتا ہے تو دوسری جگہ ماتحت۔ اور دونوں کام وہ اسی خوش اسلوبی سے ادا کر رہا ہوتا ہے۔ کوئی دکھاوا، تکبر، احساسِ برتری یا احساسِ کمتری اس کی ذمہ داریوں کی راہ میں حائل نہیں ہوتے۔ مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، اپنی انا یا خودی کی تسکین نہیں۔

مجھے یاد ہے جب حضرت چودھری حمید اللہ صاحب تعلیم الاسلام کالج میں پروفیسر تھے تو حضرت صوفی بشارت الرحمٰن صاحب مرحوم وہاں کے پرنسپل ہوا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے صوفی صاحب چودھری صاحب سے بالا افسر تھے مگر انہی دنوں جلسہ کے ایام میں حمید اللہ صاحب افسر جلسہ سالانہ کے فرائض انجام دیتے اور صوفی صاحب نائب افسر کے طور پر ان کے ماتحت ہوا کرتے تھے۔ یہ خوبی و حسن صرف جماعت احمدیہ ہی میں پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا اعزاز اور فضیلت ہے جو صرف جماعت ہی سے وابستہ ہے۔ اور کسی بھی جگہ اس کا پایا جانا امرِ محال ہے۔ اس اطاعت اور نظام کی بنیادیں خلیفۂ وقت کی ہدایات کے مطابق حضرت میر داؤد احمد صاحب مرحوم نے جس مضبوطی سے قائم کیں آج ہم دنیا بھر میں ان پر شاندار عمارتیں کھڑی دیکھتے اور اللہ کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔

سن 1983ء کے بعد ملکی قوانین اور دباؤ کے تحت ربوہ کو مرکزی جلسہ سالانہ سے محروم کر دیا گیا مگر دنیا بھر میں ہر ملک میں اپنے اپنے جلسے منعقد ہونا شروع ہو گئے جن میں وہی روح اور وہی نظام پایا جاتا ہے جو جلسہ ربوہ کو مرکزیت کی وجہ سے حاصل تھا۔ ہر جگہ ربوہ کے اسی ماحول اور اسی تربیت کے تتبع میں ہم دیکھتے ہیں کہ بچے بڑے، مرد عورتیں ہر ایک اخلاص و وفا کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ اور اس رضاکارانہ خدمت کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتا ہے۔ اس کا مظاہرہ لنگر میں تپتی دیگوں کے دامن میں ہو یا باہر جھلستی ہوئی دھوپ میں ٹریفک کنٹرول کرنے میں۔ ہر کوئی ایک لڑی میں پرویا ہوا، نظم و ضبط کے سانچے میں ڈھلا ہوا شہد کی مکھیوں کی طرح اپنے اپنے فرائض کی بجا آوری میں مگن دکھائی دیتا ہے۔ کوئی کھینچا تانی نہیں، کوئی رسا کشی نہیں، کوئی نافرمانی نہیں۔ ایک آواز پر لبیک کہتے، ایک ہاتھ پر اٹھتے، ایک ہاتھ پر بیٹھتے ہوئے اطاعت کے وہ نمونے پیش ہو رہے ہوتے ہیں کہ قرونِ اولیٰ کے صحابہؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ سب اس اعلیٰ تربیت کے مظاہر ہیں جنہیں حضرت میر صاحب نے اپنے ماتحتوں اور رضاکاروں میں قائم کیا۔ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل ہونے کے باعث آپ کی جلسہ سالانہ کی ذمہ داریاں اس رنگ میں بڑی مربوط اور مستحکم ہو گئیں کہ آپ کے سینکڑوں شاگردوں اور ماتحت اساتذہ میں یہ خصوصیات بدرجۂ اتم راسخ ہو چکی تھیں۔ اور جب وہ میدانِ عمل میں نکلے تو خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کے نئے باب رقم ہو گئے، نئی جہتیں استوار ہو گئیں۔

اگرچہ مجھے ذاتی طور پر آپ سے فیضِ علم و عمل پانے کی سعادت نہ ملی مگر آپ کے بے شمار شاگردوں کے ساتھ براہِ راست کام کر کے عملی زندگی کے اتار چڑھاؤ کی ان گنت باریکیوں کو نہ صرف سمجھنے میں مدد ملی بلکہ انہیں مختلف مواقع پر لاگو کر کے کامیابیوں سے ہمکنار ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

ایک اچھے رہنما اور منتظم کا یہ وصف تو بہر حال مسلمہ ہے کہ وہ اپنے تابعین اور ماتحتوں کو اپنے رنگ میں اپنی جہت میں لے کر پیچھے چلتا ہے مگر ایک نرالی دنیا ایسی بھی ہے جہاں کے رہنما اور قائدین اپنے مقلدین کو خود سے بھی آگے بڑھتا دیکھنا چاہتے ہیں اور ایک ایسے بندھن میں باندھ دینا چاہتے ہیں جس سے یہ دنیا ہی نہیں آخرت بھی سنور جائے۔ یہ دنیا صرف احمدیت کی دنیا ہے جس نے ایک زندہ خدا کا تصور پیش کیا اور براہِ راست اپنے مالک سے راہ و رسم اور رابطہ اس مضبوطی سے قائم کرنے پر زور دیا کہ گویا ہر اوّل اور آخر تان اسی پر ٹوٹے۔ ہمارے بزرگوں نے اپنی

تعلیم و تربیت کا ہر رُخ اسی سمت موڑ دیا کہ اپنے پروردگار سے ایک ذاتی تعلق کیسے قائم ہو؟ اپنی حاجات کا محور و مرکز صرف اسی کی ذات پاک کس طرح بن جائے؟

آج مغرب کے ظلمت کدے میں رہتے ہوئے جہاں مادیت کی چکا چوند کشش ہر لمحے جسم و روح کو خیرہ کیے دیتی ہے، یہ احساس ایک گونا اطمینان کا باعث بن جاتا ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اپنی انفرادی کمزوریوں اور غفلتوں کے باوجود خدا تعالیٰ کی ذات پر توکل، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایمان اور دعاؤں کی قبولیت پر یقین افراد جماعت میں راسخ ہو چکا ہے۔ ہماری گھٹی میں رچ بس گیا ہے۔ مَیں جہاں بھی کسی احمدی کو ملتا ہوں اس کا دوسرا فقرہ یہی ہوتا ہے:

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے کام سنور گئے۔"

"یہ سب انعامات حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے قدموں کی برکت سے ہیں۔"

"دعاؤں میں یاد رکھنا۔"

مجھے جب بھی حضرت میر داؤد احمد صاحب مرحوم کے شاگردوں سے سابقہ پڑا یہی احساس ہر جگہ پایا گیا کہ آپ نے توکل، یقینِ محکم اور دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ ساتھ اپنے برتر مقاصد کے لیے سچی محنت اور اعلیٰ درجے کے نظم و ضبط کی نہ صرف تعلیم دی بلکہ عملاً انہیں اس پر کاربند کر کے چھوڑا۔ آپ کے تربیت یافتہ شاگردوں اور ماتحتوں نے بھی لَو در لَو چراغ سے چراغ جلا کر آپ کے اس فیض کو فی الحقیقت ایک صدقہ ٔ جاریہ کی طرح اپنے دوسرے ساتھیوں اور اگلی نسلوں میں منتقل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ حیرت ہوتی ہے جب ہمیں ربوہ کے وہ احباب جو بظاہر کھلنڈرے مزاج کے حامل تھے اور علمی میدان میں کوئی نمایاں مقام نہیں رکھتے تھے عملی طور پر اور خاص طور پر لنگر مسیح موعود کی کٹھن ڈیوٹیوں میں ہمیشہ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اور توکل، یقین اور دعاؤں کا ایک بہترین نمونہ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سب اس پاک ماحول اور خصوصیت سے ربوہ میں جلسہ کی ڈیوٹیوں کے سلسلے میں اس کے معمارِ اوّل حضرت میر داؤد احمد صاحب مرحوم کی تعلیم و تربیت کے غماز ہیں جنہوں نے ان اداروں اور شعائر کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر دیا۔

جلسہ سالانہ اور لنگر فی الحقیقت سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قائم فرمودہ شعائر ہیں جن کے متعلق ایک بار حضورؑ نے اپنے اس احساس اور فکر کا اظہار فرمایا تھا کہ خدا جانے آپؑ کے بعد آنے والے کس طرح ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے والے اور آپؑ کی امیدوں پر پورا اترنے والے ثابت ہوں گے . . . مگر آج سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالاتے ہوئے بصمیمِ قلب آقاؑ کی روح کو طمانیت اور سکینت پہنچانے کا باعث بنے ہوئے ہیں کہ آپؑ کے غلام ان شعائر کی دل و جان سے قدر کرتے ہوئے قدرتِ ثانیہ کے عَلَمبرداروں کی قیادت میں حضورؑ کی رہنمائی اور عطا فرمودہ راہوں پر چلتے ہوئے خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کے مقدس مشن کو آگے سے آگے بڑھائے چلے جارہے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

حضرت میر صاحب کے یہ اجتماعی احسانات تو ایک ایسا خزانہ ہے جو تا قیامت نہ ختم ہونے والا اور صدقہ ٔ جاریہ کی طرح ہر دور میں فیض پہنچانے والا ہے، مگر میری ذاتی زندگی میں آپ کے کردار کا ایک نہایت روشن اور حسین پہلو اور آپ کی تربیت کا ایک انوکھا اور خوبصورت ڈھنگ اس طرح سرایت کر گیا کہ مَیں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے حضرت میر صاحب اور آپ کے اہل و عیال کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ یہ بظاہر ایک بہت ہی چھوٹا سا معمولی واقعہ ہے لیکن میری روح میں اس گہرائی سے پیوست ہو گیا، میری زندگی کی راہیں متعین کرنے والا اور مشعلِ راہ اصول و ضوابط کا آئینہ دار بن گیا کہ مَیں ہمیشہ کے لیے اس وجود کا مرہون منت اور احسان مند ہو گیا ہوں۔

میرے والد مکرم برکات احمد راجیکی مرحوم (ابن حضرت مولانا غلام رسول راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت میر داؤد احمد صاحب کے قریباً ہم عمر اور ہم عصر تھے۔ پرانے دور کے گورنمنٹ کالج لاہور کے گریجویٹ تھے۔ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم سے تھوڑا جونیئر تھے اور انہی کی طرح انڈین سول سروس میں جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنۂ احرار کے زمانے میں تحریک فرمائی کہ جماعت کے گریجویٹ نوجوان زندگی وقف کریں تو آپ نے خود کو وقف کر کے آقا کی خدمت میں پیش کر دیا۔

تقسیمِ ہند کے بعد آپ کو اپنی وفات تک درویشی کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ امورِ عامہ اور امورِ خارجہ کی کٹھن ذمہ داریاں آپ کے سپرد تھیں۔ وہ دور اتنا پُر آشوب تھا کہ یہاں رہ کر اب ہم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ احمدی مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان گھرا ہوا تھا اور ہر طرح کے دشمنوں کی شدید مخالفتوں کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ ان سے یہ برداشت نہیں ہوتا تھا کہ یہ مسلمان یہاں بچ کیسے گئے۔ ان کا سب کچھ لوٹ مار کی نذر کیوں نہیں ہو گیا۔ اِدھر یہ تین سو تیرہ درویش جان ہتھیلی پر رکھے اپنے آقا علیہ السلام کی یادگاروں اور مقدس مقامات کی حفاظت کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے بیٹھے تھے۔ میرے والد صاحب کو جماعت

کے اثاثوں اور مقدس مقامات کی بازیابی کے لیے ہندوستانی حکومت کے ہر لیول کی انتظامیہ اور افسرانِ بالا حتیٰ کہ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے بھی ملاقاتیں اور رابطے قائم کرنے پڑتے۔ اس انتہائی دباؤ، مشقت اور نامساعد حالات نے آپ کی صحت پر برا اثر ڈالا اور 1963ء میں صرف پینتالیس سال کی عمر میں داداجی حضرت مولانا غلام رسول راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہی میں آپ کی وفات ہوگئی۔ یہ وجود بھی بہت جلد اپنی اجلِ مسمّٰی کو پا گیا۔

آپ کے متروکہ فنڈز وغیرہ نظارتِ خدمتِ درویشاں کے تحت ربوہ منتقل ہوگئے اور براہ راست حضرت میر داؤد احمد صاحب کی کفالت میں آگئے۔ مَیں چونکہ پہلے ہی سے ربوہ میں اپنے ددھیال میں تھا اس لیے مجھے ان کو استعمال میں لانے کی اس وقت حاجت پیش نہ آئی تا آنکہ مَیں نے 1970ء میں پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔

یہ بھی ایک لحاظ سے دلچسپ اور شاید سبق آموز داستان ہے کہ ایف اے کرنے کے بعد بجائے اس کے کہ مَیں تعلیم الاسلام کالج میں اپنی پڑھائی جاری رکھتا اور اچھے تعلیمی اور تربیتی ماحول سے استفادہ کرتا مجھے لاہور جانے کی سوجھی۔ وہاں بھی اگر گورنمنٹ کالج چلا جاتا تو اُس وقت کرکٹ کے کھیل میں جو اٹھان تھی شاید ٹیسٹ کرکٹ یا فرسٹ کلاس تک پہنچ جاتا؛ مگر شومیٔ قسمت میری نظرِ انتخاب پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کے چکاچوند گلیمر اور سحر انگیزی کی طرف ہوگئی۔ اور یوں اَن جانے اور اَن چاہے درسگاہوں کے سیاسی اکھاڑے کی نذر ہوگیا۔ اس طرف ورغلانے میں میرے دوست اور ہمسایہ خالد سعید وِرک کا بڑا ہاتھ تھا جو اُس وقت وہاں ارضیات (جیالوجی) میں ایم ایس سی کر رہا تھا۔ اس نے وہاں کی خوبصورت زندگی، شاندار عمارتوں اور زیرِ تعمیر اولمپکس سائز سوئمنگ پول کی کہانیوں کے جو سبز باغ دکھائے، انہوں نے مجھے فریفتہ کر دیا۔ چنانچہ مَیں نے سفارشیں ڈلوا کر نیو کیمپس میں داخلہ لے لیا۔

یہ دور ملک کی سیاسی فضا میں بڑا فتنہ خیز دور تھا۔ مارشل لاء، الیکشن، بھٹو کی کامیابی، مشرقی بنگال کی تحریکِ آزادی اور طرح طرح کی اندرونی و بیرونی سازشیں ہر طرف پنپ رہی تھیں۔ تعلیمی اداروں کا سکون برباد ہو چکا تھا۔ جماعت اسلامی اپنی شکست پر دانت پیس رہی تھی۔ اور انتقاماً درسگاہوں کو اپنی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بنانے پر تلی ہوئی تھی۔ اس کی ذیلی تنظیم جمعیت طلبائے اسلام بڑی فعال اور منظم تھی اور یونیورسٹیوں کالجوں کی اکثریت کی سٹوڈنٹس یونینز پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کے بالمقابل بائیں بازو کی بھٹو نواز تنظیم نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن انتشار و افتراق کا شکار تھی۔ پنجاب یونیورسٹی صحیح معنوں میں سیاسی دنگل گاہ بنی ہوئی تھی۔ اس اکھاڑے میں ہر کوئی اترنے کو بے تاب تھا مگر سب کی پیش نہ چلتی تھی۔

مجھے یونیورسٹی کی فیسوں، کتابوں کاپیوں اور ہوسٹل کے کھانے پینے کے اخراجات کے لیے کل ملا کر ایک سو پچاس روپے ماہانہ نظارتِ خدمتِ درویشاں کی جانب سے میرے والد مرحوم کے ترکہ میں سے ملتے تھے۔ ان سب امور کی نگرانی براہِ راست حضرت میر داؤد احمد صاحب کے غایت درجہ حسنِ انتظام کی مرہونِ منت تھی۔ میرے غیر نصابی مشاغل یا اخراجات تو کوئی نہیں تھے مگر اس محدود رقم میں گزارا بھی بہت مشکل تھا۔ ہوسٹل سے ایک وقت کا کھانا اس کی فیس میں شامل تھا۔ باقی وقتوں کے لیے خود بندوبست کرنا پڑتا؛ چنانچہ کوشش یہی ہوتی کہ اسی میں اتنی شکم پُری کر لی جائے کہ دوسرے دو وقتوں کی بھی حاجت براری کا سامان ہو جائے۔ اس کے علاوہ اگر بھوک بہت ہی نڈھال کر دے تو دو آنے کی گنڈیریاں اور بھنے ہوئے چنوں کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھا جاتا۔

چند ماہ اس حالت میں پیچ و تاب کھانے کے بعد مجبوراً ایک درخواست نظارت خدمتِ درویشاں کو بھجوائی کہ حضور اس عاجز پر رحم کریں اور اس وظیفہ میں کچھ اضافہ فرما دیں۔ کچھ روز بعد ناظر صاحب محترم حضرت میر داؤد احمد صاحب کے اپنے دستخطوں سے جواب آیا جس میں بڑی تفصیل سے ہر شے کے بارے میں استفسار کیا گیا تھا کہ اخراجات کا تجزیہ (بریک ڈاؤن) کیا ہے؟ کتنی رقم یونیورسٹی کی فیس کے طور پر ادا کی جاتی ہے، کتابوں وغیرہ کے اخراجات کتنے ہیں، ہوسٹل کی فیس کیا ہے اور کھانے پینے اور ٹرانسپورٹ پر کتنی رقم خرچ ہوتی ہے؟

نوجوانی کا تیز خون تھا اور شاید مَیں کسی اور بات سے جھلایا ہوا بھی تھا۔ خط پڑھتے ہی میرا پارہ گرم ہوگیا کہ پیسے میرے باپ کے اور یہ حضرت کون ہیں ٹھیکیدار بنے بیٹھے۔ مَیں نے سوچا کہ ٹکا سا جواب دوں۔ چنانچہ کچھ وقت کے بعد مَیں نے جواب دینے کی نیت سے دوبارہ حضرت میر صاحب کا خط پڑھنا شروع کیا۔ خط کا دوبارہ پڑھنا تھا کہ میری کایا ہی پلٹ گئی۔ یہ تو کلام ہی کچھ اور تھا۔ یہ تو ایک محسن انسان کا خط تھا جو صحیح معنوں میں سچا ہمدرد اور غمخوار تھا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ایک یتیم کی خبر گیری اور کفالت کی ذمہ داریوں کا شفیق باپ کی طرح حق ادا کر رہا تھا۔ مَیں نے وہ خط ایک تبرک کی طرح ربوہ میں اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ بدقسمتی سے میری ہجرت کے بعد محفوظ نہ رہ سکا مگر میرے دل میں وہ ہمیشہ کے لیے بس گیا۔ ایک انمٹ نقش کی طرح ثبت ہوگیا۔ اب بھی جب کبھی اس کی یاد آتی ہے آنکھیں آنسوؤں سے تر اور دل دعا سے لبریز ہو جاتا ہے۔

مَیں حضرت میر صاحب کے خط کا تحریراً جواب تو نہ دے سکا کیونکہ بعد میں حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ یونیورسٹی کے اس "تعلیمی" سلسلے کو جاری نہ رکھ سکا؛ گرچہ "رِڑتے کھِڑتے" گریجویشن کرلی اور پھر "براستہ بٹھنڈہ" ایم اے کی ڈگری بھی لے لی۔ لیکن اپنے مقدس شہر سے دور بھاگنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ "گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔" اس کے برعکس میرے وہ ساتھی جنہوں نے ٹِک کر تعلیم الاسلام کالج میں پڑھائی جاری رکھی وہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ استاذِ گرامی مکرم و محترم پروفیسر پروازی صاحب کے اردو کلاس کے شاگردوں میں میرا اہم جماعت اور عزیز دوست ڈاکٹر عبدالکریم خالد مادرِ علمی سے وابستہ رہا اور بعد ازاں پی ایچ ڈی کر کے علم و ادب کے افق کی انتہاؤں کو چھو گیا۔ اب مجھے اس کا فیصلہ اور کردار ہمیشہ قابلِ تحسین و افتخار دکھائی دیتا ہے اور خالد سعید کے مشورہ کی لپیٹ میں آنا محض ورغلانا اور پھسلانا لگتا ہے۔

یہ بظاہر ایک سادہ سا واقعہ تھا مگر اس میں حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب مرحوم کا کردار میری زندگی سنوار دینے والا سبق آموز وسیلہ بن گیا۔ خدا تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے اوصاف و محاسن کے فیض کا سلسلہ تا قیامت جاری رکھے۔ آمین۔

ایک المناک وفات

ہماری عزیزہ شاہدہ سلطانہ (جو کہ میری بیگم کی چھوٹی بہن تھیں) گزشتہ ہفتہ 31 جولائی 2021ء شام کو اپنے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عزیزہ شاہدہ کی وفات کا سب کو بہت صدمہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قضاء پر سب راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیزہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔

عزیزہ بچپن ہی سے نیک، صالحہ اور دینی امور میں بہت پابند اور فکر سے عمل کرنے والی تھیں۔

پیدائش 8 دسمبر 1972ء کو ہوئی اور وفات 31 جولائی 2021ء۔ اس مختصر سی زندگی میں اپنے سارے مفوضہ امور بہت تندہی کے ساتھ بجالاتی رہیں۔

شادی کے بعد خاوند اور سسرال والوں کا بہت خیال رکھا۔ بچوں کو قرآن شریف پڑھایا۔ احمدی بچوں کو بھی اور غیر احمدی بچوں کو بھی اور قرآن مجید پڑھانے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں تھا جب بھی کوئی بچہ قرآن شریف پڑھنے آتا تو فوری اسی وقت پڑھانا شروع کر دیتیں۔ عزیزہ شاہدہ اور اُن کے میاں چوہدری محمد اکرم شفیق صاحب اور بچے 2015ء میں ملواکی، امریکہ میں آکر رہائش پذیر ہوئے۔ گزشتہ 6 ماہ سے گال بلیڈر کے کینسر میں مبتلا تھیں۔

آپ کی بیٹی عزیزہ ملیحہ نے بتایا کہ بیماری میں امی نے نہ ہی حوصلہ ہارا اور نہ ہی بے صبری دکھائی۔ بہت ہی صبر اور ہمت کے ساتھ بیماری کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہیں اور بچوں کو بھی دعا کی طرف اور تعلق باللہ کی طرف توجہ دلاتی رہیں۔

مرحومہ 1995ء میں نظامِ وصیت میں شامل ہوئی تھیں۔ پسماندگان میں 2 بیٹے عزیزم بلال احمد اور عزیزم عمر احمد اور ایک بیٹی عزیزہ ملیحہ اور خاوند مکرم چوہدری محمد اکرم شفیق صاحب ہیں۔

عزیزہ شاہدہ کے ایک بھائی مکرم فضل الرحمان ناصر صاحب جامعہ احمدیہ یوکے میں پڑھاتے ہیں اور آپ کے ایک بہنوئی مکرم حافظ انور احمد صاحب ربوہ میں مربی ہیں اور آپ کی سب سے بڑی بہن مکرمہ صفیہ سلطانہ صاحبہ خاکسار کی اہلیہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عزیزہ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین

والسلام خاکسار۔ سید شمشاد احمد ناصر، مبلغ سلسلہ امریکہ

نا آسودہ خواہش کے مَے خانے

عبدالکریم قدسیؔ

بھیگی پلکیں، پاؤں میں چھالے، ہاتھ میں خشک نوالا ہے
یہی تماشا دیکھ رہے ہیں جب سے ہوش سنبھالا ہے

آگ لگانے والوں نے ہر صورت آگ لگائی ہے
ہم نے بھی ہر حال میں جلتی آگ پہ پانی ڈالا ہے

محرومی کے نا آسودہ خواہش کے مَے خانے میں
جام بکف بیٹھے ہیں سارے اپنا خالی پیالا ہے

جس کے کرایہ دار اس گھر پر قبضہ کرنے والے تھے
برسوں بعد اس گھر کا مالک واپس آنے والا ہے

نفرت کی ہنڈیا میں شامل عدل کُشی کا تیز نمک
سُرخ لہو کی مرچیں ہیں فتووں کا گرم مسالا ہے

دیدہ ور کیا جانیں ان لوگوں کی، جن کی آنکھوں میں
بے رحمی کے کُکرے ہیں اور بے سَمتی کا جالا ہے

امن وسکوں برباد ہوا سب اور برکت بھی رُوٹھ گئی
اے گھر والو! تم نے اپنے گھر سے کسے نکالا ہے

ہم پشتوں سے جا کر اُس کے، اس کے ہیں بے دام غلام
اپنی تو پہچان یہی ہے ۔ اپنا یہی حوالا ہے

ہم نے قدسیؔ اس انسان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے
جس کا ظرف سمندر سے بڑھ کر ہے۔ عزم ہمالا ہے

گردوپیش

جمیل احمد بٹ

پیالی میں طوفان

(11 مئی 2020ء)

آج ایک دوست نے ایک چینل کے پروگرام کی کلپ بھجوائی۔ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ کس طرح دین کی حمایت کے نام پر اس کی تعلیمات کی نافرمانی کرتے ہوئے پیالی میں طوفان اٹھانے کی لاحاصل کوشش کی گئی ہے۔

غصّہ کی آگ میں بھڑکے ہوئے اینکر پرسن، اپنی گردن آزاد کرانے کی کوشش میں ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے دو وفاقی وزرا اور موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے بے چین مخالف سیاسی پارٹی کے رکن، سب نے پچیس منٹ خوب جھوٹ، غیبت، بہتان طرازی، تجسس اور گالم گلوچ کا بازار گرم کئے رکھا۔ اور چلتے چلتے ایک نعت خواں کو بھی اس تماشا میں گھسیٹ لیا۔

دوسری ترمیم کو نہ ماننے کا قضیہ بھی خوب ہے۔ اس سے کس کو انکار ہے کہ یہ ترمیم آئین کا حصہ ہے۔ نہ ماننے کا الزام اصل میں یہ جتانا ہے کہ جب بے گناہ ہونے کے باوجود سیاسی مقاصد کے لئے، طاقت اور زور کے بل پر، آئین اور قانون کی اغراض کے لئے دار پر لٹکا ہی دیا ہے تو پھر اب یہ بے گناہ اپنے آپ کو مجرم کیوں نہیں مان لیتے۔ جب سزا یافتہ یہ نہیں مانتے اور سردار بھی اپنی بے گناہی پر اصرار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نکالا جاتا ہے کہ وہ آئین کے غدّار ہیں۔

آج آئین کی اٹھارہویں ترمیم زیرِ نظر ہے۔ دونوں طرف کے سیاسی بازی گر اس کے حسن و قبح کو موضوع بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب لوگ اس ترمیم کو موجودہ شکل میں نہیں مانتے۔ لیکن اس سے پاکستان اور اسلام کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا اور نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ ایسا کرکے یہ لوگ آئین کا انکار کر رہے ہیں اور ملک کے غدار ہیں۔

پھر دوسری ترمیم پر تحفّظات کا اظہار کیوں جرم ہے؟

ملک کے شہریوں کی ایک جماعت کی مذہبی حیثیت کے بارے میں یہ بلاجواز اور بلا استحقاق قانون سازی مُلّا کے فتاویٰ کفر سے اگر مختلف ہے بھی تو یہ فرق حقیقت میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

پروگرام میں آیت خاتم النبیین ﷺ بھی پڑھی گئی۔ نہ جانے کتنے شرکا یہ جانتے تھے کہ یہ عظیم آیتِ کریمہ اٹھارہ سن نبوی میں نازل ہوئی۔ اس کے نزول کے بعد بھی قبول اسلام کے لئے کبھی ختم نبوت کا اقرار شرط نہیں رہا۔ بس ہمیشہ اتنا اظہار ہی کافی سمجھا جاتا رہا کہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ بلکہ آج بھی ساری اسلامی دنیا میں کسی شخص کے مسلمان ہونے یا رہنے کے لئے ختم نبوت کا اقرار نہیں کرایا جاتا۔ اور سوائے وطن عزیز کے سب نے اسی طریق کو برقرار رکھا ہے جو آنحضرت ﷺ نے جاری فرمایا تھا۔

اس پروگرام میں شرکاء کا دلیل کے بغیر احمدیوں کے خلاف گالم گلوچ اس بات کا ایک بار پھر اعتراف ہے کہ سن 1974ء کی ترمیم اور اس پر سن 1984ء کے آمرانہ قوانین اور سن 2010ء کی خون ریزی کے رڈے سب احمدی کی استقامت کے آگے سرنگوں رہے ہیں اور 45 سال بعد بھی حق ہمیشہ کی طرح سربلند ہے اور رہے گا۔

غیر مسلم ماننے کا مطالبہ؟

(15 مئی 2020ء)

انسانی حقوق کی بحالی کے لئے احمدیوں سے پہلے اپنے آپ کو غیر مسلم مان لینے کا مطالبہ آج کل میڈیا پر دہرایا جارہا ہے۔ اس مطالبہ کو ماننے کی عملی صورت کیا ہے؟

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والے غیر مسلم ہیں۔ ان سب کے اپنے اپنے عقائد، عبادات اور رسوم ہیں۔ تاہم ان میں ایک قدرِ مشترک ہے کہ یہ سب اسلام کو بطور مذہب اپنے لئے قابل قبول نہیں سمجھتے۔ قرآن کو خدا کی کتاب اور آنحضرت ﷺ کو سچا نبی نہیں مانتے۔ کوئی شخص اسلام چھوڑ کر ان میں سے کسی مذہب کو اختیار کرتا ہے تو وہ اسلام، اس کی کتاب اور اس کے نبی کو ردّ کرکے ہی یہ قدم اٹھاتا ہے۔

پس احمدیوں سے اپنے آپ کو غیر مسلم ماننے کا مطالبہ اصل میں یہ ہے کہ وہ اسلام کو ردّ کردیں۔ قرآن کو خدا کی کتاب نہ مانیں۔ اور آنحضرتؐ کی صداقت کا انکار کرتے ہوئے ان سے اپنا ناتا توڑ لیں۔

ان مطالبہ کرنے والوں کی محبت رسول ﷺ کیسے اس بات کو گوارا کرتی ہے کہ وہ لاکھوں افراد کی ایک جڑی ہوئی جماعت سے خود کو دامن رسول ﷺ سے کاٹ لینے کا مطالبہ کریں۔ یہ تو وہی جانتے ہوں گے۔

جہاں تک احمدی کا تعلق ہے اس کو تو گھٹی میں اللہ سے تعلق، آنحضرت ﷺ سے محبت اور قرآن سے عشق کا درس دیا جاتا ہے۔ اس کا بچپن پابندیٔ نماز، تلاوت قرآن کریم اور پیارے رسولؐ کی پیاری باتیں سنتے گزرتا ہے۔ دلوں میں بسی ان محبتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو پڑھ اور سن کر جِلا دیتے ہوئے بچے سے بڑا ہوتا ہے۔ اور پھر انہی کی خاطر اپنی ساری زندگی دین کے لئے اپنا وقت اور مال قربان کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ محبتیں پانچ نسلوں سے اس کا سرمایۂ حیات ہیں وہ یہ سب کیسے چھوڑ سکتا ہے۔

جو لوگ یہ تعجب کرتے ہیں کہ احمدی کیوں اپنے آپ کو غیر مسلم نہیں مان لیتے۔ وہ اس محبت کی گہرائی، وسعت اور طاقت سے ناواقف ہیں جو ایک احمدی اپنے دل میں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کے لیے رکھتا ہے۔ وہ اپنی جان کو بھی اس کے آگے ہیچ جانتا ہے۔ سینکڑوں احمدیوں نے اسی محبت کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کر دیں لیکن اس تعلق کو نہ چھوڑا۔

پس احمدیوں سے یہ مطالبہ ایک ناممکن امر کا مطالبہ ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق اللہ سے تعلق کی راہ میں جدوجہد کرتے رہیں گے۔ آنحضرت ﷺ سے محبت کے اس چراغ کو اپنے سینوں میں یونہی روشن رکھیں گے۔ اور قرآن کریم ان کی کتاب شریعت رہے گی۔

آخر وہ گزشتہ پانچ دہائیوں سے حکومتوں اور قانون کی سرپرستی میں تیسرے درجہ کا شہری بن کر، تمام انسانی حقوق چھنوا کر، ووٹ کے حق سے محروم رہ کر، ہر میدان میں ناانصافی اور حق تلفیاں سہہ کر، میڈیا پر یک طرفہ پروپیگنڈا اور ہر خاص و عام کی گالیاں سن کر اور معاشرے میں تحقیر کا نشانہ بن کر جی ہی رہے ہیں۔ اگر یہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے دامن سے چمٹے رہنے کی سزا ہے۔ تو پھر یہ سب انہیں قبول ہے۔ ہاں احمدیوں کو اپنے آپ کو غیر مسلم مان لینے کا مشورہ دینے والے یہ ضرور یاد رکھیں کہ ظلم اور ناانصافی کا دور کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو بالآخر اس تاریکی کو مٹنا ہوتا ہے کہ گہری سے گہری تاریک رات کی زندگی بھی بس سورج کی پہلی کرن تک ہی ہوتی ہے۔

بجواب صابر شاکر صاحب

(19 مئی 2020ء)

جناب صابر شاکر صاحب۔ 14 مئی کے اپنے پروگرام میں آپ نے یہ بُھلا کر کہ قرآن کریم نے جھوٹ کو نجاست کہا ہے احمدیوں کے بارے میں جتنی باتیں کیں وہ سب سراسر من گھڑت اور جھوٹ تھیں۔

جماعت احمدیہ کے حوالے سے پاکستان چیپٹر اور لندن ہیڈ کوارٹر کی اصطلاحات گھڑ کر ان کے الگ الگ موقف ظاہر کرنا تو ایسا جھوٹ ہے جس کا اصل جواب صرف ایک آیت قرآنی کا آخری حصہ ہے۔

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ (آل عمران:62)

کاش آپ جانتے کہ جماعت احمدیہ اور اس کے خلیفہ کا باہم رشتہ جسم اور روح جیسا ہے۔ جس طرح روح کے بغیر جسم لاشہ ہے اسی طرح خلیفہ کے بغیر جماعت۔ خلیفہ ہر احمدی کے دل کی دھڑکن ہے اور ہم اسے دیکھ کر ہی جیتے ہیں۔ اس کا وجود ہم پر ایک گھنے سایہ کی طرح ہے جس کے تلے ہم ہر تلخی کو بھول کر خوش و خرم رہ رہے ہیں۔ ہمارے چہروں کی مسکراہٹ اس کے مسکراتے چہرہ کی رہین ہے۔ ہم اپنا ہر دکھ سکھ اس کو بتاتے ہیں اور اس کی رہنمائی میں اپنی زندگیوں کے بڑے بڑے فیصلے کرتے ہیں۔ دنیا کے دو سو سے زائد ملکوں میں آباد مختلف قوموں، رنگوں اور زبانوں والے احمدی اس کے یکساں مطیع اور فرمانبردار ہیں اور یکساں اس کی محبت کے اسیر۔ مختصر یہ کہ ؎

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں غالبؔ
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اور آپ کا یہ کہنا کہ پاکستان کے احمدی کسی کمیٹی کی رکنیت کے لئے خود کو غیر مسلم کہنے کو تیار ہیں محض سفید جھوٹ اور خام خیالی ہے۔ احمدی جو کلمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پر ایمان کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت میں سرشار ہیں۔ قرآن کو اپنی شریعت مانتے ہیں۔ اسے پڑھتے، یاد کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں ہرگز آنحضور ﷺ کا دامن چھوڑ نہیں سکتے۔ ان کو یہی تعلیم ہے۔ اور یہی نمونہ ان کے لئے مثال

ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود پر ہونے والے سارے انعاماتِ الٰہیہ کو اپنے آقا آنحضور ﷺ کا فیض قرار دیا اور یہی اعلان فرمایا کہ ؎

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اور آپ کا یہ کہنا کہ پاکستان کے احمدی سسٹم کا حصہ بننے کے لئے تیار ہیں ایک اور بڑا جھوٹ اور خوش فہمی ہے۔ آپ کا یہ سسٹم ہے کیا؟ بیشتر بے علم، بد اخلاق، کرپٹ، ایک دوسرے کو کافر کافر کہتے، مسالک۔ زبانوں اور علاقہ کی بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے اور باہم دست و گریبان افراد کی ایک بھیڑ اور ان پر ویسے ہی اکثر بد کردار اور کرپٹ افراد پر مشتمل حکومت، عدلیہ اور انتظامیہ۔ اور ان سب پر مسلط مذہب کا کاروبار کرنے والے اور خود کو علمائے دین کہلوانے والے افراد کا وہ ٹولہ جن کو آنحضرت ﷺ نے بدترین مخلوق اور سؤر اور بندر فرمایا اور جس کی حرکتوں سے ہر روز ان پیشگوئیوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

کوئی احمدی با قائمی ہوش و حواس اپنی جنّت کو چھوڑ کر اس سسٹم کا حصہ کیوں بنے گا؟

پھر ایسا کرنے کی وجہ آپ کے بقول یہ ہے کہ انہیں پاکستان میں تمام حقوق حاصل ہیں اور مذہبی آزادی ملی ہوئی ہے۔ یہ دونوں سخت مضحکہ خیز جھوٹ ہیں۔ مذہبی آزادی کا یہ حال ہے کہ پاکستان کے قوانین کے مطابق احمدیوں کے لئے اپنے عقیدہ کا اظہار بھی جرم ہے۔ وہ اذان نہیں دے سکتے۔ مسجد کو مسجد اور نماز کو نماز نہیں کہہ سکتے۔ سلام نہیں کرسکتے ۔ اللہ کے ذکر میں ان شاءاللہ، الحمدللہ، ماشاءاللہ نہیں کہہ سکتے۔ عید پر قربانی نہیں کرسکتے۔ ان کی تمام مذہبی کتب بحق سرکار ضبط ہیں اور یہ کتب وہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ حتّٰی کہ اپنی شریعت کی کتاب قرآن کریم اپنے پاس نہیں رکھ سکتے ہیں۔ اگر وہ ان میں سے کوئی 'جرم' کریں تو تین سال قید کے سزاوار ہوتے ہیں۔

پھر آخر وہ کون سی مذہبی آزادی ہے جو آپ کی دانست میں احمدیوں کو پاکستان میں حاصل ہے؟

رہ گئے شہری حقوق تو اُن کا حال بھی سِوا ہے۔ پاکستان میں احمدیوں کو ووٹ کا حق نہیں۔ سِول اور فوجی ملازمتوں کے راستے ان پر بند ہیں۔ انتظامیہ اور عدالتیں ان کے خلاف جانبدار ہیں۔ ان کا پریس مکمل طور پر بند ہے۔ وہ کوئی اخبار، رسالہ اور کتاب شائع نہیں کر پا رہے۔ میڈیا پر ان کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے یک طرفہ پروپیگنڈا عام ہے۔ آپ کی اپنی مثال سامنے ہے۔ جو جس کے منہ میں آئے وہ اس اطمینان سے کہہ سکتا ہے کہ پیمرا اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیں گے۔ ان کے قومیائے گئے تعلیمی ادارے کئی دہائیوں پہلے ادائیگی کے باوجود لوٹائے نہیں گئے۔ ربوہ جس کی پچانوے فی صد آبادی احمدی ہے اس کا شہر کے انتظام میں کوئی حصہ نہیں ہے اور شہر کی سڑکیں اور دیگر نظام مسلسل عدم توجہی کا شکار ہیں۔ اپنے اس شہر میں انہیں اپنے اجتماعات اور سالانہ جلسہ کرنے کی اجازت نہیں۔

غرضیکہ احمدیوں سے پاکستان میں گزشتہ 45 سال سے تیسرے درجے کے شہریوں کا سا سلوک ہو رہا ہے۔ اس پر آپ کا یہ دعویٰ کہ انہیں حقوق اور مذہبی آزادی حاصل ہے زخموں پر نمک چھڑکنا نہیں تو اور کیا ہے؟

صابر شاکر صاحب! یہ بے سروپا جھوٹ بولنے سے سستی شہرت اور بہتر ریٹنگ کے آپ کے مطلوب دنیوی فائدے تو شاید آپ کو حاصل ہو جائیں۔ لیکن یاد رہے کہ کل آپ اس سب کے لئے جواب دہ ہوں گے اور اللہ کی عدالت پاکستان کی عدالتوں جیسی نہیں ہوگی۔

منافقت سے چھٹکارا

(9 جون 2020ء)

چھ جون کے جنگ میں ایک کالم بعنوان 'پاکستان کا مسئلہ نمبر ون' شائع ہوا ہے جس میں کالم نگار نے تحریر فرمایا ہے کہ:

'ہم اس وقت ہر طرح کی ذلّتوں کا شکار ہو رہے ہیں'۔ اور یہ سوال اٹھایا ہے کہ 'یہ پیارا وطن روز بروز زوال اور انحطاط کی طرف کیوں جارہا ہے؟'

انہوں نے اس کی وجہ منافقت فرمائی ہے۔ اور اس کی تائید میں مزید لکھا ہے کہ 'پاکستان میں ہر طبقے میں خیانت کی وبا آخری حدوں تک سرایت کر چکی ہے'۔ 'پاکستانی قوم کو بغیر کسی تامّل کے دنیا کی سب سے زیادہ جھوٹی قوم قرار دیا جاسکتا ہے'۔ 'وعدہ خلافی تو اس قوم کا طرۂ امتیاز بن گیا ہے'۔ 'پہلے تو عوامی سطح پر یہ وبا (گالم گلوچ) عام تھی اس وبا نے سیاست اور میڈیا کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے'۔ 'اس وقت ہم اس ملک میں ایک طرف ایسے ایسے مظالم دیکھ رہے ہیں کہ انسان تو کیا وحشیوں سے بھی اس کی توقع نہیں کی جاسکتی لیکن دوسری طرف ہم بزدل ترین اور خوشامدی قوم بن گئے ہیں'۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ منافقت باطن کا ظاہر کے مطابق نہ ہونا ہے۔

کیا یہ پھیلی ہوئی منافقت آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق نہیں کہ 'وہ زمانہ آتا ہے کہ اسلام کا محض نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے محض الفاظ رہ جائیں گے۔ اس زمانے کے لوگوں کی مساجد بظاہر تو آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی

ہوں گی۔ اور ان کے علما آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے ہی فتنہ پیدا ہو گا اور ان ہی میں لوٹ جائے گا'۔ (ترجمہ از مشکوٰۃ کتاب العلم)

کالم نگار نے اس مسئلہ کا حل یہ تجویز فرمایا ہے کہ 'اس کا واحد راستہ بس یہی ہے کہ لوگوں کو سچ بولنے دیجئے'۔

سوال یہ ہے کہ لوگوں کو سچ بولنے سے روک کون رہا ہے؟ کیا لوگ خود بار ضا و رغبت جھوٹ نہیں بول رہے؟

پس اصل حل تو ترکِ منافقت ہے۔ کہ دل میں اس ایمان کو جگہ دی جائے جس کا دعویٰ زبان پر ہے۔

ایسا ہونے کا آسمانی نظام حضرت نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ

'اگر ایمان ثریا ستارے تک بھی چلا گیا تو ان (اہلِ فارس) میں سے کچھ لوگ اسے واپس لے آئیں گے'۔ (ترجمہ از بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعہ اور مسلم کتاب الفضائل)

یہ واقعہ سب کے سامنے ہے کہ جن لوگوں نے اس علاج سے فائدہ اٹھایا وہ پھر سے مومن ہو گئے۔ اسی ماحول میں رہتے ہوئے وہ مختلف انسان ہو گئے۔ ان کے ظاہر باہر ایک ہو گئے۔ وہ امانت دار، سچے، وعدہ کے پابند اور زبان کے پاک ہو گئے۔ اللہ کے ساتھ بندوں کے حقوق کی ادائیگی ان کا نصب العین ٹھہرا۔ دین کی عظمت اور سربلندی کے لیے اپنے اموال، اوقات، عزت اور جانوں کی قربانی ان کا طریق ہوا۔ چار سُو ناانصافیوں، حق تلفیوں اور گالم گلوچ پر انہوں نے کمال صبر سے صرفِ نظر کر کے اپنے ربّ کے سامنے عاجزانہ دعاؤں کا راستہ اختیار کیا اور اللہ کی دی ہوئی تسکین سے مسکراتے چہروں کے ساتھ پانچ۔ چھ نسلوں سے ہر ظلم کو برداشت کرنے کی توفیق پائی۔

اس کے صلہ میں اللہ نے ان پر اپنا فضل کیا اور انہیں انعامات سے نوازا۔ انہیں خود سے تعلق میں بڑھایا۔ انہیں قبولیت دعا کی نعمت دی۔ انہیں دنیا میں ان جیسے علم و قابلیت رکھنے والے بے شمار دوسروں سے ممتاز کیا۔ انہیں اعلیٰ مناصب اور ان میں بہترین کارکردگی دکھانے کے قابل کیا۔ انہیں ملک اور قوم کے لئے سول، فوجی اور ہر دیگر میدان میں بار بار نیک نامی کمانے اور شان بڑھانے والا بنایا۔

ان لوگوں کا نیکی کی راہ پر کامیابی سے چل سکنا اور اللہ کے ہاں اس کی قبولیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ منافقت سے چھٹکارا کی اصل راہ یہی ہے۔ یہ راہ ہر شنوا کان، بینا آنکھ اور روشن دل کے لئے کھلی ہے ؎

جو بڑھ کے خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اُسی کا ہے

قومی اسمبلی کی منظور کردہ حالیہ قرارداد

(30 جون 2020ء)

بظاہر اچانک اگلے دن ایک وفاقی وزیر صاحب نے قومی اسمبلی میں دنیا اور آخرت میں سب کی بخشش کا ذریعہ بتا کر ایک قرارداد پیش کی جس میں لکھا گیا:

'حکومتِ وقت سے مطالبہ ہے کہ تمام درسی کتب اور سرکاری اسکولوں میں جہاں بھی حضرت رسول کریم ﷺ کا نام خاص اسم گرامی لکھا، پڑھا یا پکارا جائے وہ اس طرح ہو حضور اکرم خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ'

اپنی نوعیت کے سبب یہ قرارداد بلا کسی بحث کے منظور کی گئی اور کسی نے یہ سوال نہیں کیا کہ اس کا دائرہ صرف درسی کتب اور سرکاری اسکولوں تک کیوں محدود رکھا جا رہا ہے اور وہ پرائیویٹ اسکول جہاں معزز اراکین اسمبلی کے بچگان تعلیم پاتے ہیں کیوں اس سے محروم رکھے جا رہے ہیں؟

نہ یہ کہ جب یہ مطالبہ بلا استثناء ہے تو درسی کتب میں جب کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت اور قرآن کریم کی ان آیات میں سے کوئی جن میں آنحضور ﷺ کا نام نامی آیا ہے لکھی اور پڑھی جائیں گی تو کیا ان پر بھی اس قرارداد کا اطلاق ہو گا؟

قرارداد میں اسے پیش کئے جانے کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔ قیاساً کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

یہ کہ عوام کی توجہ کا رخ موڑا جا سکے۔

یہ کہ مذہب پسند عوام کی حکمران جماعت کی تائید میں اضافہ کیا جا سکے۔

یہ کہ مخالف پارٹی جب اپنے گزشتہ کسی خاص تاریخی کام کا پروپیگنڈا کرے تو جواباً حکمران جماعت بھی اپنے اس تاریخی کام کو پیش کر سکے جیسا کہ وزیر صاحب نے اپنی تقریر میں اس قرارداد کو کہا بھی ہے۔

شاید درپردہ یہ بھی خیال ہو کہ لوگ اسے ایک اور احمدی مخالف کارروائی سمجھ کر حکومت کو اس کا صلہ دیں گے۔

تاہم اس آخری بات کی حد تک تو نتیجہ برعکس ہے۔

احمدی مؤقف کی یک گونہ پذیرائی

احمدی ہمیشہ سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اور آپ کے اس منصب پر ایمان شرطِ ایمان ہے۔

جبکہ عام طور پر اس قرآنی اظہار کو چھوڑ کر بزبانِ اردو ایک خطاب 'آخری نبی' اور ایک غیر قرآنی اصطلاح 'ختمِ نبوت' پر زور دیا جاتا ہے۔ اس ہی کے تحفظ کا دم بھرا جاتا ہے بلکہ وسیلۂ روزگار بنایا جاتا ہے۔

1974ء میں جب سیاسی مقاصد کی خاطر، حدود سے تجاوز کر کے احمدیوں کے خلاف قانون سازی کی گئی تو اس دوسری ترمیم میں بھی قرآنی اصطلاح خاتم النبیین استعمال نہیں کی گئی بلکہ یہ لکھا گیا:

A person who does not believe in the absolute and unqualified finality of The Prophethood of MUHAMMAD (Peace and blessings of Allah be upon him), the last of the Prophets or ----------------is not a Muslim for the purposes of the Constitution or law.

یعنی جو شخص آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے آخری ہونے پر قطعی اور غیر مشروط ایمان نہیں رکھتا وہ آئین اور قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

اس تناظر میں اس قرار داد کی خلقی کمزوریوں سے قطع نظر اب حکومتی سطح پر اصل یعنی آنحضرت ﷺ کے مقامِ خاتم النبیین کی طرف لوٹنے اور اس کے پرچار کی کوشش صحیح سمت میں ایک قدم لگتا ہے۔ اور خیال کیا جاسکتا ہے کہ اگر حقیقی طور پر اس پر زور دیا جائے اور دیگر غیر قرآنی اصطلاحات کا استعمال ترک کر دیا جائے تو یہ عمل انجام کار ملک اور قوم کی بہتری کا موجب ہو سکتا ہے۔

شاید اس ترمیم کا یہی افادی پہلو بعض حضرات کو ناپسند ہوا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے تو برملا اس قرار داد کو موجودہ شکل میں احمدیوں کے لئے مفید بتا کر اس میں مزید ترامیم تجویز کی ہیں۔ کسی رحمان ٹی وی پر اپنی ویڈیو میں انہوں نے کہا ہے:

'خاتم النبیین نہیں آخر النبیین لکھوائیں۔ آپ تو مارے گئے۔ آپ کو چکر دے گئے وہ۔ خاتم النبیین تو پہلے ہی قرآن میں اترا ہوا ہے۔ اس کا تو قادیانی انکار کر ہی نہیں سکتے۔ وہ تو مانتے ہیں اس کو۔ آپ کے خاتم النبیین کے اضافے سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا'۔

1974ء میں اسمبلی میں آئین میں دوسری ترمیم کر کے سب اس فخر میں شامل تھے کہ نوّے سالہ مسئلہ حل ہو گیا۔ لیکن آج پینتالیس سال بعد قومی اسمبلی میں پھر اس قرار داد کا منظور کیا جانا ظاہر کرتا ہے کہ اگر کوئی مسئلہ تھا تو اب بھی حل طلب ہے۔ اور اس غرض سے کیے جانے والے سارے اقدام، دوسری ترمیم، 1984ء کا احمدی مخالف آرڈی نینس، احمدیوں پر مقدمات اور قید و بند، ان کے خلاف عدالتی فیصلے، ان کے خلاف در پردہ حکومتی ہدایات، ان کی انتخابی عمل سے جبری علیحدگی، ان کی جان و مال پر بار بار حملے، ان کی اجتماعی خوں ریزی، ان کے پریس پر پابندی، ان کے خلاف یک طرفہ جھوٹا پروپیگنڈا، سب اس مسئلہ کے حل کے لئے بے کار اور عبث تھے۔

حل تو ایک ہی تھا اور ہے کہ اللہ کے فرستادہ کو پہچانا اور مانا جائے اور اس راہ کو اختیار کیا جائے جو اللہ نے دین اور اہلِ دین کی سربلندی کے لئے مہیا فرمائی ہے اور جس کی نشاندہی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمائی تھی۔ وگرنہ یہی اندھیرے اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مقدر بنے رہیں گے۔ ان پہلے لوگوں کی مانند جن کی مثال میں اللہ نے فرمایا ہے کہ

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ (البقرہ:18)

ترجمہ: اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

پنجاب اسمبلی کا نیا بل

7 اگست 2020ء

22/جولائی 2020ء کو پنجاب اسمبلی نے تحفظ بنیاد اسلام کے نام پر ایک بل پاس کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پنجاب میں شائع ہونے یا یہاں لائی جانے والی ہر کتاب (بشمول ڈیجیٹل) میں آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ خاتم النبیین لکھنا ضروری ہو گا۔ اور آپ ﷺ، اہل بیت، خلفائے راشدین، اصحابِ رسول اور امہات المومنین رضوان اللہ اجمعین۔ نیز انبیا کرام، فرشتوں، قرآن مجید، زبور، تورات، انجیل اور دینِ اسلام کے بارے میں توہین آمیز الفاظ کا استعمال قابلِ گرفت ہو گا۔ اور کسی قابلِ اعتراض مواد کی اشاعت قابلِ سزا جرم (پانچ سال تک قید اور پانچ لاکھ روپے تک جرمانہ) ہو گا۔

یہ تو نہیں بتایا گیا کہ ظہورِ اسلام پر ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے بعد پنجاب میں اچانک ایسا کیا ہوا کہ اسلام کی بنیادوں کو تحفظ کی ضرورت پڑ گئی۔ عدم ضرورت کے علاوہ یہ بل درج ذیل جہات سے بھی محلِ نظر ہے۔

ا۔ توہین کا معاملہ: محترم ہستیوں میں ممتاز ترین انبیا کرام ہیں۔ جن کے خلاف ان کے مخالفین کا توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے کا قرآن کریم ایک امر واقعہ کے طور پر ذکر کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

ترجمہ: وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔ (سورۃ یٰسٓ 31:36)

انبیا کی توہین بڑا جرم ہے اور اس کی سزا یہ مجرم دنیا میں بھی پاتے ہیں اور آخرت میں بھی جہنم ان کا مقدر ہو گا۔ لیکن قرآن کریم نے اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی ہے۔ ہاں مومنوں کو ایسی صورت حال میں دو حکم دیئے ہیں۔

ایک یہ کہ: (ترجمہ) جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے یا ان سے تمسخر کیا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں۔(النسا 141:4)

یعنی ایسی مجالس (جن میں آج کی ویب سائٹس اور ویڈیو کلپس شامل ہیں) سے دور رہا جائے۔

اور دوسرے یہ کہ: (ترجمہ) اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ (انعام 109:6)

یعنی مومن اپنی زبان پاک رکھیں۔ اور خود مذہب کے نام پر کسی کو حتّٰی کہ بُتوں کو بھی بُرا نہ کہیں۔

اسی تعلیم کے مطابق آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدینؓ نے ایسے گستاخوں سے اس وقت تک درگزر کیا جب تک انہوں نے بغاوت نہ کی۔

مخالفین کی لاعلمی سے پیدا ہونے والے اس ناپسندیدہ رویّہ کی اصلاح کے لیے وقت کے امام نے آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کی اشاعت اور اسے عام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ اور خلفائے راشدینؓ کی سیرت کو عام کرنا ان کے بارے میں غلط فہمیوں کے ازالہ کا علاج ہے۔ عزت و احترام دل سے پیدا ہوتا ہے اور تادیب کی کارروائیوں سے اس کی نشو و نما ہو سکنا خام خیالی ہے۔ اگر دل ویسے ہی نفرت سے پُر رہیں اور صرف کاغذ پر اس کا اظہار نہ ہونے دیا جائے تو کیا حاصل؟

2۔ دوسرا معاملہ تحفظ کا ہے: دین کی اساس قرآن کریم ہے جس کی حفاظت کو اللہ نے خود اپنے ذمہ لیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

(ترجمہ) یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(الحجر 10:15)۔

حفاظت کے اس اعلیٰ ترین انتظام کے ہوتے ہوئے اسلامی عقائد کے تحفظ کے نام پر قانون سازی اور انجمنوں کے قیام کی اغراض سیاسی اور معاشی تو ہو سکتی ہیں مگر دینی نہیں۔ کیا ایسا کرنے والے انگریزی مثل More loyal than the king کے مطابق خود کو بادشاہ سے زیادہ وفادار ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

3۔ ریاستی مداخلت: ریاست کا رعایا کے مذہبی معاملات میں بلا جواز دخل اندازی کا یہ بِل پستی کے اس راستہ پر ایک اور بڑی جَست ہے جس کا راستہ 1974ء میں قرآن کریم کی اس بنیادی تعلیم کی نفی کرتے ہوئے کھولا گیا تھا کہ:

(ترجمہ) دین میں کوئی جبر نہیں۔(البقرہ 257:2)۔

قرآن کریم کی یہ روشن تعلیم ان اعلیٰ اصولوں کی پروردہ ہے کہ دین میں کوئی، حتّٰی کہ خود آنحضرت ﷺ داروغہ نہیں۔ ذمہ داری بات پہنچا دینے کی حد تک ہے۔ ماننا یا نہ ماننا سننے والے پر موقوف ہے۔ ہر ایک خود اپنے اعمال کا جوب دہ ہو گا اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اختلاف کرنے والوں کا دین ان کے لیے ہے اور ہمارے لیے ہمارا دین۔

ریاست کی لوگوں کے مذہب سے لاتعلقی اب ایک مسلمہ اصول ہے۔ اس اصول کی خلاف ورزی سے مسائل بجائے حل ہونے کے اور بگڑتے ہیں۔ اس حقیقت کا ادراک اس امر کا متقاضی ہے کہ پہلے ہونے والی غلطیوں کی اصلاح کی جائے نہ کہ ویسی ہی اور نئی غلطی۔

4۔ افہام و تفہیم: یہ بِل اختیار کے بَل پر اختلاف کو دبانے کی کوشش ہے۔ جبکہ قرآن کریم بات چیت کی حوصلہ افزائی فرماتا ہے اور اپنے مخالفین سے بھی دلیل کا سوال کرتا ہے۔ جیسا کہ مختلف پس منظر میں چار بار فرمایا:

(ترجمہ) تو کہہ کہ اپنی کوئی مضبوط دلیل تو لاؤ اگر تم سچے ہو۔(البقرہ 112:2)

نیز دلیل سے جیت کو زندگی اور اس سے ہار کو موت سے تعبیر کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:

(ترجمہ) تا ہلاک ہو جو ہلاک ہوا دلیل کے ساتھ اور زندہ رہے جو زندہ رہا دلیل کے ساتھ۔(انفال 43:8)

پس مسئلہ کا حل اس قسم کی قانون سازی نہیں بلکہ مذکورہ قرآنی تعلیم پر عمل ہے۔ یعنی ملک بھر میں عوام و خواص کا کھلے دل کے ساتھ اختلاف رائے کو برداشت کرتے ہوئے افہام و تفہیم کو راہ دینا۔ ریاست کے تمام ستون، عمالِ حکومت، مقنّنہ، عدلیہ اور میڈیا کا اس بارے میں حسّاس ہونا۔ مختلف نقطہ ہائے نظر کو برداشت کرنے کا عملی مظاہرہ کرنا۔ دوسروں کے مقدسین کا نام کم از کم عام تہذیبی اصولوں کے مطابق بلا توہین لینا۔ ہر مذہبی معاملہ پر بات چیت Dialogue کی راہ کھلی رکھنا اور عدم برداشت کے ہر اظہار کو اجتماعی طور پر معیوب اور ناپسندیدہ سمجھا جانا اور اس پر پُرسش اور باز پُرس ہونا۔ یہ سب ہونے سے ہی خوشگوار بقائے باہمی ممکن ہے۔

5۔ کتاب کی بندش؟ اس بِل پر عمل درآمد کتب کو محدود کر دے گا۔ جتنی درسی، تاریخی یا مذہبی کتب اس وقت پنجاب میں گھروں، لائبریریوں اور کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں ان میں لکھے گئے مقدس نام پورے طور پر بِل کے مطابق نہیں ہیں اور قابل گرفت ہیں۔ نئے ایڈیشن شائع ہونے تک عملاً قانون کے مطابق کوئی کتاب

دستیاب نہیں ہو گی۔ نئے ایڈیشن بھی صرف ان کتابوں کے ہی ممکن ہوں گے جو پاکستان میں طبع ہوئیں۔ غیر ملکی ناشر ان قوانین کی پابندی کرنے سے رہے۔ اور یوں وہ سب کتب آئندہ پنجاب میں دستیاب نہیں ہوں گی۔ اور یوں فروغ علم کی یہ بنیادی راہ محدود بلکہ مسدود ہو جائے گی۔ قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو پہلا حکم اقرا یعنی پڑھنے کا دیا تھا۔ یوں تو پہلے ہی اس حکم پر عمل کم ہے اب اس بل سے اس کے کم تر ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

6۔ بوتل کا جن: اس بل پر ڈان کے ایک صحافی کے اس تبصرے 'اگر احمدیوں کو کافر نہ قرار دیا جاتا تو تحفظ بنیاد اسلام جیسے احمقانہ بل کی نوبت نہ آتی'۔ (مبشر زیدی کا ٹوئیٹ میسج) اور سوشل میڈیا پر گردش کرتی متاثرہ مسلک کے علما کے ناراض ویڈیو کلپس نے اس امکان کا حقیقت ہونا ثابت کر دیا ہے جس کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1974ء میں اشارہ کیا تھا کہ یہ معاملہ یہیں نہیں رکے گا اور دوسرے فرقے بھی اس کی زد میں آئیں گے۔ جب بوتل میں بند قانون کے نام پر لا قانونیت کے اس جن کو باہر نکالنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ وہ وقت تھا کہ تمام اہل دانش اس کی روک تھام کرتے۔ اس وقت سب نے اس اسلامی تعلیم کو نظر انداز کر دیا کہ:

کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ (مائدہ 5:9)

نیز یہ کہ 'برائی کا ساتھ نہ دیا جائے اور اس کو روکا جائے ہاتھ سے، زبان سے یا کم از کم دل میں اسے بُرا سمجھا جائے'۔

نتیجہ یہ کہ آج ایسا کرنے والوں میں شامل ایک فریق کی باری آگئی ہے۔ اب بھی اگر یہی رویّہ اپنایا گیا تو کل کسی اور کا نمبر آ جائے گا۔ برائی سے لاتعلقی اس کو پنپنے میں ممد و مددگار ہوتی ہے اور سب ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔

آئینِ تیرگی

سیّد الطاف بخاری۔ ہیوسٹن، امریکہ

ہے تقاضائے شبِ منتقم
کہ جو باقی ماندہ ہیں چند جگنو
فسادِ صبح کی علامتیں ہیں
خلافِ آئینِ تیرگی ہے
رہے جو امکانِ سحر باقی
سو نوچ لو
سب چمکتی آنکھیں
سنو!
فجر کا کوئی مؤذّن
دریدہ دہنی سے کام لے کر
جو خواب زادوں کو پھر جگائے
تو کاٹ ڈالو
زبان اُس کی

یہ شاہی فرمان عام کر دو
کہ اب یہاں پر
جہانِ شب میں
فقط عقیدے کا راج ہو گا
عقیدہ یہ ہے
کہ آخرِ شب ملے گی جنت
جو سرخ نہروں پہ مشتمل ہے
وہاں کھڑی ہیں
وہ شوخ و بے باک
لاکھوں حوریں
کہ جن کے ہونٹوں پہ
خونِ انساں کی سرخیاں ہیں

'جو خدا کو ہوئے پیارے میرے پیارے ہیں وہی'

دو پیاری ہستیوں، صاحبزادی امتہ النّور اور مکرمہ اصغری بیگم صاحبہ کا ذکرِ خیر

ثمینہ ارائیں ملک

زندگی کے اس سفر میں چلتے چلتے کئی لوگ ملتے اور بچھڑتے ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے چمکتے ستاروں کی طرح ہوتے ہیں کہ ان کے وجود کی رعنائی سے دوسرے مسافروں کے راستے روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ انسان کی خوش قسمتی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو آپ کے قریب لے آتا ہے۔ ان کی نافع النّاس شخصیت زندگی میں تو رہنمائی کرتی ہے اور ان کی رحلت کے بعد بھی پیچھے چھوڑی ہوئی نیکیوں کا فیض جاری رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ۔(سورۃ الرّعد:18)

اور جو چیز لوگوں کو نفع دینے والی ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے۔

جدائی تو ایک دکھ ہے مگر ان کی شکر گزاری اور مخلوق خدا سے ہمدردی کے واقعات یاد آتے ہیں تو یہ تسلی ہوتی ہے کہ اپنی حسین یادیں چھوڑ کر گئی ہیں گو کہ ہر محفل میں اور ہر قدم پر ان کی جدائی محسوس ہوتی ہے۔

واشنگٹن اور ورجینیا کی جماعتوں میں ہماری دو انتہائی محبوب اور رہنما ہستیاں صرف ایک ہفتہ کے وقفہ سے اس دنیائے فانی پر اپنے پاکیزہ کردار کے گہرے نقوش چھوڑتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

یہ دونوں ہستیاں ہماری زندگیوں سے بہت قریب تھیں۔ ان میں بہت سی مشترک اقدار تھیں جو ایک باوقار احمدی مسلم خاتون کا خاصہ ہوتی ہیں یعنی وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصولوں پر اپنے شب و روز کو ڈھالنے والی اور ایتائے ذی القربیٰ کی خوبصورت قرآنی تعلیم کا ایک عملی نمونہ تھیں۔ خوش گفتار و خوش لباس بھی تھیں، صاف گو اور باہمت اور ہر حال میں صبر و شکر کا مظاہرہ کرنے والی، ہر چھوٹے بڑے کی دوست اور انتہائی دلکش شخصیت کی مالک اور اپنے اور پرائے سب کے لیے دل میں پیار کا سمندر سمیٹے ہوئے تھیں۔

ان دونوں کے ساتھ ہمارا قریبی تعلق تھا۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ہر کوئی یہ محسوس کرتا کہ میرا ہی ان سے بہت بے تکلفی اور اپنائیت کا رشتہ ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ خدا سے محبت ان کی ذات کا حصہ تھی اور اسی جذبہ کے تحت وہ اس کی مخلوق کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتی تھیں۔

حدیث مبارکہ "اُذْكُرُوْامَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ" کی روشنی میں ان دو پیاری ہستیوں کا ذکرِ خیر کروں گی۔

صاحبزادی امتہ النّور (نوشی باجی)

صاحبزادی امتہ النّور اہلیہ مکرم ڈاکٹر عبدالمالک شمیم ملک صاحب مرحوم جو نوشی باجی کے نام سے زیادہ معروف تھیں، 15 جون 2021ء کو ہمیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ صاحبزادی امتہ الرشید بیگم مرحومہ اور میاں عبدالرحیم احمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پڑنواسی، حضرت حکیم مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی پڑنواسی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ کی نواسی تھیں۔

انہوں نے ہمارے لیے نیکیوں کے مختلف انداز اور حسن سلوک کا قابلِ تقلید نمونہ چھوڑا ہے جس میں ان کی خدا تعالیٰ اور دینِ اسلام سے محبت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپ دُنیاوی کاموں کو پس پُشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں اس کے بندوں کی خدمت پر ہمیشہ کمربستہ رہیں۔

حضور انور خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 25 جون 2021ء میں امتہ النّور صاحبہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

"صاحبزادی امۃ النّور صاحبہ کو جماعتی خدمات کی بھی توفیق ملی۔ نیشنل سیکرٹری تربیت امریکہ رہیں، نیشنل نائب صدر امریکہ رہیں، لوکل صدر لجنہ واشنگٹن رہیں اور مختلف کمیٹیوں کی ممبر رہیں۔ ان کی بڑی بیٹی امۃ المجیب کہتی ہیں کہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدّم رکھا۔ لوگوں کے لیے بے حد ہمدرد تھیں۔ اُمی اگر کسی کی مدد کر سکتیں تو غیر معمولی طور پر مدد کیا کرتی تھیں۔ اپنی عبادت کا بہت زیادہ خیال رکھنے والی تھیں۔ پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ کہتی ہیں جب بھی میں نے دیکھا روزانہ کبھی بھی رات کو آنکھ

کھلی تو ان کو تہجّد پڑھتے ہوئے دیکھا۔ امۃ النّور صاحبہ کے خاوند کافی عرصہ ہوا ایک حادثہ میں فوت ہو گئے تھے۔ بیٹی کہتی ہے کہ ہمارے والد کی وفات کے بعد بیس سال بیوگی میں گزارے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے اللہ پر کمال درجہ کا توکّل کیا۔ شکر گزاری کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ کہتی تھیں کہ اللہ کے احسانات اور کرم ہم پر بہت زیادہ ہیں۔ میں نے یہ بات ہمیشہ ان کے منہ سے سنی کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ اگر شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا اس لیے ہمیشہ میرے شکر گزار بنو۔ دل کو کھلا اور کشادہ رکھنا، مہمان نوازی کرنا، لوگوں کے لیے حقیقی ہمدردی، صلہ رحمی کی خوبیوں کا اظہار بہت زیادہ تھا۔ کہتی ہیں اپنی ماں کے منہ سے میں نے بے شمار دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جملہ سنا ہے کہ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ کوئی تم سے صلہ رحمی کرے تو تم صلہ رحمی کرو۔ صلہ رحمی یہ ہے کہ وہ تم سے قطع رحمی کرے اور تم اس سے صلہ رحمی کرو۔ اپنے ہر رشتہ اور تعلق میں مَیں نے اُمّی میں یہ خوبی دیکھی ہے جو ہر کسی میں خوبی ڈھونڈتی تھیں۔ رحمی رشتوں اور جماعت کے لوگوں کا بھی اور ہمسایوں کا بھی خیال رکھنے والی تھیں۔ کوئی نیا مہمان مسجد میں آتا تو اسے ڈھونڈتی تھیں اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی تھیں اور اس کو خوش آمدید کہتی تھیں۔ بے شمار لوگوں نے کہا ہے کہ وہ محبت کرنے والا وجود تھا۔ ان کی دوسری بیٹی نے بھی لکھا ہے کہ جماعت کے لوگوں، خاص طور پر نومبائعین کے ساتھ بہت زیادہ محبت کا تعلق تھا اور لوگوں نے بھی ان سے بہت پیار کیا۔ ہر انسان کی مدد کرنا چاہتی تھیں۔ یہ فکر ہوتی تھی کہ یہ نہ ہو کہ وہ کسی سے ملیں اور اسے کوئی ضرورت ہو اور وہ اسے پورا نہ کر سکیں۔ امۃ النّور صاحبہ کی بڑی بہن امۃ البصیر صاحبہ لکھتی ہیں کہ سسٹر شکورہ ایک افریقن امریکن خاتون تھیں۔ یہ جب حج پر گئیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ نوشی کا گھر یعنی امۃ النّور صاحبہ کا گھر مکہ میں ہے۔ ان کو گھر میں نوشی کہتے تھے۔ جب سسٹر شکورہ ان کے پاس آ گئیں تو انہوں نے کہا کہ اس سے یہی مراد ہے کہ آپ میرے پاس آ گئی ہیں اور میں آپ کی خدمت کر رہی ہوں۔ ان کی بہن امۃ البصیر صاحبہ لکھتی ہیں کہ اٹھارہ سال سسٹر شکورہ جو افریقن امریکن تھیں نوشی کے پاس رہیں۔ آٹھ سال تو بالکل ہی بستر پر تھیں، نظر بھی چلی گئی تھی اور نوشی نے بہت ہی خیال رکھا۔ نمازیں بھی ان کو پڑھاتی تھیں کیونکہ وہ بھول جاتی تھیں۔ میں نے بھی دیکھا ہے کہ سسٹر شکورہ کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ جب میں امریکہ گیا ہوں تو خود وہیل چیئر پر بٹھا کر انہیں میرے سے ملانے کے لیے بھی لے کے آئی ہیں اور سسٹر شکورہ بھی ان کی خدمت کی بڑی شکر گزار تھیں۔

تبلیغ کا شوق تھا۔ کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کے متعلق بتانے کی کوشش کرتیں۔ کوئی پوچھ لیتا کہ پاکستان میں کس جگہ سے آئی ہیں تو ہمیشہ ربوہ کا نام لیتیں اور پھر آگے بات شروع ہو جاتی۔۔۔"

(بحوالہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 25جون 2021ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 16جولائی 2021ء)

اور ان کی بیٹی زونا نے بتایا کہ "اُمّی ایک بہت اچھی استاد بھی تھیں۔ انہوں نے مجھے قرآن کریم کا اردو لفظی ترجمہ سکھایا۔ اس بات پر خصوصی توجہ دی کہ میں اپنی شادی سے پہلے لفظی ترجمہ سیکھ لوں اور بار بار اس بات کا اظہار کیا کہ قرآن کا مطلب سمجھنا اور اس پاک کتاب قرآن مجید کی محبت تمہارے دل میں قائم رہنا، یہ تمہارے جہیز کا سب سے قیمتی تحفہ ہے جو میں تمہیں شادی پر دے سکتی ہوں۔

اُمّی اور ان کی بہن امتہ البصیر صاحبہ، میری سُسری خالہ دونوں کو یہ اعلیٰ طرزِ فکر اور اعلیٰ اخلاق اپنے ماں باپ، مکرم میاں عبدالرحیم احمد صاحب مرحوم اور صاحبزادی امتہ الرشید مرحومہ سے وراثت میں ملے تھے۔ ان کا ایک قابلِ ذکر وصف یہ بھی تھا کہ ہمیشہ لوگوں کی اچھی باتیں ڈھونڈ کر انہیں سراہتی تھیں۔ کسی کے لیے بھی بدظنّی نہیں کرتی تھیں اور منفی رویہ نہیں رکھتی تھیں چاہے کوئی انہیں کتنا ضرر پہنچائے۔ بہت جلدی لوگوں کی غلطیوں کو در گزر کر دیتیں۔ لوگوں کے لئے ان کی دعاؤں کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ بہت مضبوطی سے اپنے بزرگوں کی خوبیوں کو اپنائے ہوئے تھیں اور ہر رشتے کو اس کی مناسبت سے بہت اہمیت دیتی تھیں۔ اکثر اوقات ان کی گفتگو ان کے بزرگوں، ان کے اخلاق، قربانیوں اور قابلِ تقلید اوصاف پر مشتمل ہوتی تھی۔

میرے والدین نے اپنے گھر کے دروازے ضرورت مند لوگوں کے لیے کھول رکھے تھے۔ بوسنیا کا ایک بچہ جس کے دونوں ہاتھ Sarajevo کی لڑائی میں کٹ گئے تھے اور ایک نوجوان خاتون جسے کچھ دن اپنے آپریشن کے بعد آرام کی ضرورت تھی اور ایک عورت جسے اپنے ظالم شوہر سے طلاق کے بعد پناہ کی ضرورت تھی، ان سب لوگوں کے لیے ان کے گھر میں جگہ تھی۔ اُمّی نے کبھی یہ بھی نہ سوچا تھا کہ یہ کوئی قابل ذکر خاص کام کر رہی ہیں۔ بہت سادگی اور خاموشی سے ایسے نیک کام کرتی تھیں۔ وہ خوش قسمت تھیں کہ ان سب کاموں میں ہمارے ابا ڈاکٹر شمیم خلوصِ دل سے اُمّی کا ساتھ دیتے۔

وہ بہت اعلیٰ ذوق کی مالک تھیں۔ خوبصورت، صاف ستھری اور نفیس چیزوں کو پسند کرتی تھیں مگر جب کسی کی مدد کا معاملہ ہوتا تو اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر

اس کام کو ترجیح دیتیں۔ اس کے علاوہ وہ نامساعد و ناموافق صورتِ حال میں بھی خوش اسلوبی اور بشاشت سے معاملات سلجھاتیں اور خود کو خدمت کے لیے پیش کرتیں"۔

نوشی باجی کو شاعری سے رغبت تھی اور اس کے بارے میں گہرا علم رکھتی تھیں۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے اشعار زبانی یاد تھے۔ اکثر موقع کی مناسبت سے شعر سنایا کرتیں۔ اجتماعات کے موقع پر ادبی نشستوں کا اہتمام کرواتیں اور بھرپور طریق سے اس میں شامل ہوتیں۔ ان کی موجودگی کی وجہ سے ان نشستوں کا ایک الگ ہی رنگ ہوتا تھا۔ زونا کہتی ہیں کہ "ہمارے بچپن کی ایک گہری یاد یہ ہے کہ اُمّی ہمیں دُرِّ ثمین، کلام محمود اور دُرِّعدن کی نظمیں سکھاتی تھیں اور گاڑی میں لمبے سفروں کے دوران ہم مل کر وہ پڑھتے۔ وہ یہ بھی کہتی تھیں کہ سب سے بلند مرتبہ کی شاعری وہ ہے جو اپنے دلی جذبات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کی جاتی ہے۔

امی کے پسندیدہ اشعار میں سے ایک علامہ اقبال کا یہ شعر بھی تھا کہ:

تو بچا بچا کہ نہ رکھ اسے تیرا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیزتر ہے نگاہِ آئنہ ساز میں"

جب زونا صاحبہ نے یہ شعر سنایا تو میرے دل میں اسی وقت یہ خیال آیا کہ یہ شعر تو ان کی پوری زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی مجھے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 2018ء کا امریکہ کا دورہ یاد آگیا۔ اس جلسے سے چند روز قبل خاکسار سری باجی اور نوشی باجی کے ساتھ ان کے کسی ملنے والے کی عیادت کے لیے گئی۔ اس پچیس تیس منٹ کے راستہ میں جلسہ کے کتنے ہی Plans پر بات کرتے ہوئے کتنے ہی کام نپٹا لیے یعنی اس وقت کو بھی مفید رنگ میں استعمال کیا۔ پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تشریف آوری کے بعد آپ نے دن رات ایک کیا ہوا تھا۔ کبھی کبھی تو آپ نڈھال ہونے کی حد تک تھک جاتیں مگر خلافت سے محبت ہمت دیئے ہوئے تھی۔ حضورِ انور ایدہ اللہ کے اس دورہ کے الوداعی موقع کے لیے آپ نے درِّعدن سے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ایک نظم کی زمین میں دعائیہ نظم تیار کی۔ حضور انور ایدہ اللہ جب جلسہ سالانہ کے بعد ورجینیا تشریف لائے تو ناصرات نے اجتماعی طور پر بہت خوبصورتی سے اس نظم کو پیش کیا۔ یہ اشعار آپ کے دلی جذبات کے ترجمان تھے ۔

محبوب حقیقی نے امانت تمہیں سونپی
تم اس کے نگہدار خدا حافظ و ناصر

ہم تیری اطاعت میں بہت شاد رہیں گے
رکھ تو بھی ہمیں یاد ، خدا حافظ و ناصر

حسنیٰ مقبول صاحبہ جو کہ "النّور" کی مدیر ہیں انہوں نے بتایا کہ اس نظم کے ابتدائی اشعار نوشی باجی نے جلسہ کے دنوں میں کہے تھے اور انہیں نوٹ کرنے کے لیے کہا تھا کہ وہ کہیں بعد میں بھول نہ جائیں۔ ان کے دل و دماغ خلافت کی محبت کے جذبے میں سرشار تھے۔ پھر ڈیوٹی میں مصروف اور ساتھ ساتھ دوسرے کام بھی سر انجام دے رہی ہوتی تھیں۔

آپ میرے شوہر مکرم مجیب الرحمٰن ملک کی رضاعی بہن تھیں۔ آپ نے یہ تعلق بھی اس قدر محبت سے نبھایا کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس رشتہ کے حوالہ سے خود بڑھ کر مجھے گلے لگایا، میرے بچوں کے ساتھ بھی ہمیشہ محبت بھرا سلوک رکھا اور ہر موقع پر ان کا خیال رکھا۔ اپنائیت کا یہ احساس میرے لیے زندگی کا سرمایہ رہے گا۔ گھر کی ہر تقریب پر ہمیں مدعو کرنا نہ بھولتیں اور ان کی بے لوث محبت کا رنگ ان کی مہمان نوازی میں جھلک رہا ہوتا۔ یہ وصف تو آپ کے سب بھائی، بہنوں، مکرمہ امتہ البصیر صاحبہ، مکرمہ امتہ الحیٔ صاحبہ، مکرم ظہیر الدین منصور صاحب اور ان کی اگلی نسل کا بھی خاصہ ہے۔

وفات سے دو دن قبل مجھے نوشی باجی کا فون آیا۔ میرے لیے بہت بڑی بات تھی کہ اس بیماری کے باوجود مجھے فون کر رہی ہیں۔ بات کرنے کے بعد ان کی محبت دل میں اور بھی بڑھ گئی۔ آپ نے کہا کہ میں نے حال بھی پوچھنا تھا اور یہ بتانا تھا کہ خاتون (ایک بوڑھی بنگالی خاتون جو ایک عرصہ سے ان کے پاس تھی) ہمیشہ کے لیے بنگلہ دیش جا رہی ہے۔ میں نے سوچا کہ ان لوگوں سے اس کی بات کروادوں جن سے اس کا تعلق تھا اور مجھے کہا کہ دعا کرنا کہ اس کی زندگی وہاں آسان ہو، میں اس کے لیے بہت فکر مند ہوں۔ پھر اس خاتون کو دے دلا کر عزّت سے رخصت کیا۔

لوگوں کے غم اور فکر میں انہیں اپنی بیماری کی پروا تھی نہ ہی کبھی انہیں اپنی ذات کے حوالے سے فکر مند دیکھا۔ ان کا پیار ہر کسی کے لیے ایسا تھا کہ ہر کوئی یہی سمجھتا کہ ان کا اس سے ہی سب سے زیادہ گہرا تعلق ہے۔

نوشی باجی نے دو بیٹیاں زونا احمد (امتہ المجیب) اور شانزے محمود یادگار چھوڑی ہیں جو کہ اپنی ماں ہی کی طرح دین کی خدمت کا جذبہ لیے ہوئے ہیں۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری پیاری نوشی باجی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کی خوبیاں اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

مکرمہ اصغری بیگم صاحبہ

اصغری آنٹی مکرم چودھری اللہ بخش صاحب کی اہلیہ تھیں۔ ان کے ساتھ میرا تعلق کافی پرانا تھا خاص طور پر 17 سال سے ورجینیا آنے کے بعد بہت قریبی تعلق ہو گیا تھا۔ مرحومہ کی انتہائی محبت کرنے والی، فراخدل، مہمان نواز، خوش اخلاق اور سادہ طبیعت ہم سب کو ان کے اور قریب لے آئی۔ ایک عرصے سے وہ اپنی خوبصورت شخصیت کے مختلف پہلوؤں محبت، صبر و ہمت اور حق بات کہنے کی عادت کی وجہ سے ہمارے لیے مثال بنی رہیں۔ آپ میں جہاں خدمتِ انسانیت کا جذبہ راسخ تھا وہاں آپ کی طبیعت میں ایک لطیف مزاح کا پہلو بھی تھا جس کی وجہ سے ماحول خوشگوار ہو جاتا۔

آپ عزم و ہمت کی جیتی جاگتی مثال تھیں۔ اس قدر لمبی بیماری اور مختلف قسم کے عوارض اور سرجری کے باوجود سالہا سال انہوں نے صبر و ہمت کا جو نمونہ دکھایا وہ قابل ذکر ہے۔ ہم سب اکثر انہیں دیکھتے تھے کہ وہیل چیئر میں آتیں اور خود وہیل چیئر فولڈ کر کے گاڑی میں رکھتیں اور گاڑی بھی چلاتی رہیں۔ ایک زمانہ میں ان کی کمر کی بھی سرجری ہوئی تھی اس کے بعد جب یہ منظر دیکھا تو آپ کی اس جواں ہمتی کا دل پر بہت اثر ہوا۔

بچوں کی ہر خوشی کے موقع پر طبیعت کی خرابی کے باوجود تشریف لاتیں اور انہیں انعام سے نوازتیں۔ خاص طور پر پڑھنے والے بچوں سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ اس وصف کی وجہ سے ہر چھوٹے بڑے کے دل میں ان کے لیے ایک خاص مقام تھا۔

حقوقِ نسواں کے بارے میں بہت حساس تھیں اور جب بھی آپ کو علم ہوتا کہ اس سلسلے میں کسی کمزور عورت کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو آپ اس کے خلاف عملی قدم اُٹھاتیں۔

اصغری آنٹی نے پنجاب یونیورسٹی، پاکستان سے سوشل ورک میں ایم۔ اے کیا ہوا تھا۔ 40 سال تک بطور سوشل ورکر اور مینٹل ہیلتھ ورکر کی حیثیت سے کام کیا۔ پاکستان کے فلاحی ادارے، دارالامان جو کہ بے گھر، مظلوم اور نفسیاتی امراض میں مبتلا خواتین کو تحفظ فراہم کرتا ہے، میں بھی آپ نے سالہا سال تک بطور رضاکار بھی یہ خدمت سرانجام دی۔ بہت سی لڑکیوں کے رشتے اور شادی کروانے میں مدد کی بلکہ عند الضرورت اپنے گھر میں بھی ایسی شادیوں کی تقریبات منعقد کروائیں۔

1977ء میں جب آپ نے امریکہ میں رہائش اختیار کی تو House of Ruth واشنگٹن ڈی سی میں جو یہاں پر ذہنی امراض کا سب سے بڑا ادارہ اور بے گھر خواتین کی پناہ گاہ ہے، آپ اس ادارے کی ہیڈ بنائی گئیں۔ اس ادارے میں مالی مشکلات، بیماریوں اور گھریلو تشدّد سے متاثر عورتوں کی رہائش اور ان کے علاج معالجہ اور کونسلنگ کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ Fiarfax County Mental Health Center میں بطور Senior Therapist کام کرتی رہیں۔ یہاں پر بھی آپ نے مریضوں کا علاج بہت محبت سے کیا۔ ان کی حالت دیکھتے ہوئے وفورِ جذبات سے انہیں گلے لگا لیتیں جس پر آپ کے ساتھیوں نے منع بھی کیا لیکن آپ یہی کہتیں کہ ایسے مریضوں کو محبت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

ورجینیا کی مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں مالی تحریک میں نہ صرف خود شوق سے حصہ لیا بلکہ دوسروں کی مالی معاونت کا شکر گزاری اور تعریف کے رنگ میں ذکر کرتیں۔ آپ کی بہت سی خوبیاں جو آپ کی طرف سے صدقہ جاریہ رہیں گی یاد آرہی ہیں۔ بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا بھی آپ کو موقع ملا۔ سب کو نمازوں اور تلاوت کی پابندی کی تلقین کرتیں اور اپنے نواسے نواسیوں سے بھی ایسے الفاظ میں گفتگو کرتیں جس میں اللہ تعالیٰ سے پیار اور تربیت کا پہلو نمایاں نظر آتا مثلاً کہتیں کہ میرا پیارا اللہ، اللہ کتنا پیارا ہے، اللہ کو ہمیشہ خوش رکھو وغیرہ۔ آپ نے لواحقین میں اپنے شوہر کے علاوہ چار بیٹیاں، شہلا حیدر، ہالہ خرم، فریال خان، منال بخش سوگوار چھوڑی ہیں۔

پیاری اصغری آنٹی کو خدا تعالیٰ اپنے رحم اور فضل کی چادر سے ڈھانپ لے۔ آمین۔

سچّی توبہ گناہ کو مٹا دیتی ہے

ابو عبیدہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(چالیس جواہر پارے صفحہ 114)

محترمہ شمیم نصرت احمد صاحبہ کا ذکرِ خیر

مبارک احمد سابق پرنسپل احمدیہ سکول سلاگا، گھانا

حال زعیم انصاراللہ۔ پورٹ لینڈ، یو ایس اے

حدیث مبارکہ ہے کہ مسلمانو! تم وفات یافتہ کا ذکرِ خیر کیا کرو تاکہ اس کی نیکیوں کو سُن کر تمہیں بھی نیکیاں کرنے کی توفیق ہو۔ اسی ارشاد کے تحت آج یہ عاجز اُس محبوب ہستی کا ذکر خیر کرنا چاہتا ہے جو چھیالیس سال تک میری زندگی کی ہمسفر رہی۔ اور بقضائے الٰہی 20 مئی 2019ء کو ایک سال کی لمبی بیماری کے بعد ہمیں داغ مفارقت دے گئیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُونَ۔

مرحومہ بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں جن کا احاطہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔ آپ لاہور کے ایک معزز احمدی گھرانے کی چشم و چراغ تھیں۔ آپ نے اسلامیات میں ایم اے کیا تھا اور ایک سرکاری اسکول میں ٹیچر تھیں۔ خاکسار نے ایم ایس سی کرنے کے بعد بطور واقف ٹیچر گھانا جانا تھا۔ جب ہماری نسبت طے ہوگئی تو آپ نے بھی خود کو بطور ٹیچر وقف کر دیا۔

نظام وصیت میں شمولیت

خاکسار نومبر 1972ء سے گھانا میں بطور پرنسپل احمدیہ سکول اساکورے میں کام کر رہا تھا۔ ہماری شادی مارچ 1974ء میں گھانا میں ہی ہوئی جب آپ لاہور سے تشریف لائی تھیں۔ اسی دوران مکرم عطاءاللہ کلیم صاحب امیر جماعت گھانا کی تحریک پر ہم دونوں نظام وصیت کی روحانی اسکیم میں داخل ہوگئے الحمدللہ۔ اس کے بعد آپ 46 سال حیات رہیں۔ وفات تک اس نظام میں شامل رہیں اور باقاعدگی سے چندہ وصیت ادا کرتی رہیں۔

نظام تعلیم نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم میں خدمت

الحمدللہ مرحومہ نے مارچ 1974ء سے جولائی 1976ء بطور نائب پرنسپل احمدیہ اسکول سلاگا میں خدمات انجام دیں اور اس کی تعمیر و ترقی میں شاندار کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سکول کو یہ عزت بخشی کہ ہمارے موجودہ خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے مبارک قدم بھی اس سکول کو نصیب ہوئے۔ تعلیم کے میدان میں آپ نے نائیجیریا میں بھی قابل قدر خدمات کی ہیں چنانچہ جب خاکسار کو نائجیریا کے ایک سرکاری کالج میں بطور فزکس ٹیچر کے طور پر جاب ملی تو مرحومہ کو بھی 1976ء سے 1985ء تک بطور اسلامیات ٹیچر خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔ اپنے اس مضمون میں کافی عبور تھا اور بعض اسلامی مضامین کا انتخاب جماعتی لٹریچر سے کیا کرتی تھیں۔

پاکستان میں بطور سیکرٹری واقفینِ نَو حلقہ دار الذکر لاہور میں خدمات

افریقہ سے پاکستان واپسی پر ہم لاہور میں رہائش پذیر ہوگئے یہاں مجھے 1991ء سے 1995ء تک بطور زعیم انصاراللہ حلقہ دار الذکر لاہور میں کام کرنے کی توفیق ملی اور مرحومہ شمیم نصرت کو محترم سعید احمد صاحب انجینئر نے حلقہ دار الذکر کی سیکرٹری واقفینِ نَو مقرر کر دیا۔ اس سلسلہ میں مرحومہ احمدی واقفین کے ساتھ چند مواقع پر ربوہ بھی تشریف لے گئیں۔ یہ چونکہ خود بھی ٹیچر تھیں اس لئے اپنے گروپ کی تعلیم و تربیت کا ہر طرح سے خیال رکھا۔

امریکہ میں بطور صدر لجنہ پورٹ لینڈ، اوریگن میں خدمات

1995ء میں امریکہ ہجرت کے بعد مرحومہ شمیم نصرت صاحبہ کو 1996ء سے 2014ء تک کے عرصہ کے دوران قریباً دس سال تک بطور صدر لجنہ خدمات کی توفیق ملی تمام ممبرات کے ساتھ برابر کا سلوک رہا اور ہر ایک ممبر یہ محسوس کرتی تھی کہ صدر صاحبہ کا سب سے زیادہ اس سے ہی پیار اور ہمدردی کا سلوک ہے۔ بہت محنت سے لجنہ کا پروگرام کرواتی تھیں۔

2004ء میں حج بیت اللہ کی توفیق

مرحومہ کو حج بیت اللہ کی شدید خواہش تھی چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے 2004ء میں موقع پیدا ہوگیا اور ہم خدا کی توفیق سے حج کرنے کے لیے روانہ ہوگئے۔ ہمارے پروگرام میں پہلے پانچ دن مکہ پھر پانچ دن مدینہ میں قیام تھا۔ اس کے بعد حج کے لیے روانہ ہوئے۔ ہم لوگ ہر روز تہجد کے لیے ہوٹل سے بیت اللہ جاتے۔ اور وہاں نماز فجر کے بعد بڑے ذوق و شوق سے قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ کافی وقت یہاں گزارنے کے بعد قریباً نو بجے کے قریب واپس ہوٹل جاتے اور ناشتہ اور دوپہر کے کھانے کے بعد باقی نمازوں کے لیے دوبارہ بیت اللہ حاضر ہو جاتے۔

تلاوتِ قرآن کریم سے عشق اور باقاعدگی

مرحومہ تلاوتِ قرآن کریم میں باقاعدہ تھیں اور کبھی کوئی ناغہ نہ کیا تھا اور ہر روز تلاوت کے بعد دعائیں بھی پڑھا کرتی تھیں۔ رمضان کے مہینہ میں تو اکثر قرآن شریف کا دور مکمل کرتی تھیں۔ آپ نے ایک نوٹ بک پر قرآن مجید کی بعض سورتوں کا اردو ترجمہ درج کیا ہوا تھا۔ اور اکثر فارغ اوقات میں دہراتی رہتی تھیں۔ خدا کے فضل سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین لڑکے اور دو لڑکیاں عطا فرمائیں آپ نے سب بچوں کو خود ہی قرآن شریف پڑھایا اور بڑے ذوق وشوق سے ان کی آمین بھی کروائی۔

وفات اور نماز جنازہ

مرحومہ کی وفات گزشتہ سال 20اور 21مئی2019ء کی درمیانی شب میں رمضان کے عشرہ مغفرت میں ہوئی۔ مرحومہ کی پاکیزہ زندگی اور حسنِ سلوک کی وجہ سے نہ صرف ہماری جماعت پورٹ لینڈ(Oregon) کے اکثر احباب نے نماز جنازہ میں شرکت کی بلکہ Seattle کی جماعت کے احباب بھی نماز جنازہ میں شمولیت کے لیے تشریف لائے۔

اسی رمضان کے جمعۃ الوداع کے موقع پر نائب امیر جماعت محترم مولانا اظہر حنیف صاحب نے ازراہِ نوازش مرحومہ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور مرحومہ کی خدماتِ سلسلہ کا احسن رنگ میں ذکر کیا۔ اسی طرح امریکہ کے شہر لاس اینجلس اور پٹس برگ کے علاوہ کینیڈا کے شہر پیس ویلیج میں بھی محترم لال خان صاحب، امیر جماعت کینیڈا، نے نمازِ جنازہ غائب پڑھائی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 10 جولائی بروز بدھ مسجد مبارک اسلام آباد میں نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ نماز سے پہلے مکرم مولانا منیر الدین شمس صاحب نے مرحومہ کی خدماتِ سلسلہ کو احسن رنگ میں بیان کیا۔

مرحومہ نے اپنے پسماندگان میں میرے علاوہ تین بیٹے عطاء الوہاب، عبدالغفار، طاہر اور دو بیٹیاں صائمہ احمد اور عاصمہ احمد یادگار چھوڑے ہیں ان سب کے لئے درخواست دعا ہے کہ خدا انہیں دین اور دنیا کی حسنات عطا فرمائے، آمین اللھم آمین۔

دُعا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہماری جماعت میں یہ ایک عادت ہو گئی ہے کہ جب وہ ایک دوسرے کو ملیں گے تو کہیں گے کہ دُعا کرنا یہ کہہ کر آگے چل پڑیں گے۔ نہ کہنے والے کے دل میں یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے ضرور دُعا کرے گا اور نہ سننے والے کے نزدیک یہ بات کوئی توجہ کے قابل ہوتی ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کو بطور رسم اور بطور رواج کے کہہ کر آگے چل پڑتے ہیں جیسے انسان کسی دوسرے انسان سے ملتا ہے تو اس سے رواج کے طور پر ایک دوسرے کو دُعا کے لئے کہہ دیتے ہیں۔ اس بات کو اگر بطور رسم کے جاری رکھا جائے تو اس طرح آہستہ آہستہ دُعا کی عظمت جاتی رہتی ہے۔ ہمیشہ ایسے آدمی کو دُعا کے لئے کہنا چاہئے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ ضرور دُعا کرے گا اور جس کے متعلق یقین نہ ہو اسے مت کہو۔ تا کہ دُعا کی عظمت لوگوں کے دلوں میں کم نہ ہو جائے اور جن لوگوں کو دُعا کے لئے کہا جائے ان کا فرض ہے کہ جس شخص نے ان کو دعا کے لئے کہا ہے اس کے لئے ضرور دُعا کریں۔

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، فرمودہ 3 نومبر 1945ء)

سیلابِ رحمت

حال ہی میں محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کی ایک نئی معرکۃ الآراء تصنیف ''سیلابِ رحمت'' تبصرے کے لیے موصول ہوئی۔ کتاب کا عنوان اور سرِورق دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا کہ کتاب کے ہر ایک صفحے پر اللہ تعالیٰ کے فضائل اور انعامات کے خوبصورت مناظر الفاظ کا رُوپ دھارے ہوئے دیکھنے کو ملیں گے۔
کتاب میں شامل مکرم ملک خالد مسعود صاحب اور مکرم منیر احمد جاوید صاحب کی تحریریں کتاب کا سیر حاصل تعارف کرواتی ہیں ان میں سے اوّل الذکر شامل اشاعت ہے۔ (ادارہ النور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

مکرمہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیرم وخیریمی خواہم -وخواستگار دعاام

آنمکرمہ کی تازہ تصنیف کا مسودہ محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کے توسط سے موصول ہوا۔ اس تحریر دل پذیر کو بصد شوق پڑھا اور لفظاً لفظاً پڑھا۔ دل نے حظ اور سرور پایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے مکتوبات گرامی عظیم الشان اور گراں قدر سرمایہ نیز ہر جہت اور پہلو سے شاہکار ہیں۔ آپ نے جس خوبی، نفاست اور عمدگی کے ساتھ ان موتیوں کی یہ مالا پروئی ہے وہ آپ کا ہی کمال ہے۔ حسن ترتیب بولتی ہے کہ کتنے پیار و محبت، عقیدت و احترام اور احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ ہر خط کے شانِ نزول اور اس ماحول اور جذبات و کیفیات کو ضبط تحریر میں لا کر ایسا سماں باندھا ہے جو واقعی کیفیت انگیز ہو جاتا ہے اور دل و دماغ پر وجد کی حالت کا استیلا کر دیتا ہے۔ اس سبد خوشنما کے گلہائے رنگا رنگ لطیف، سندر، تر و تازہ اور خوشبودار ہیں جن سے دل و دماغ نہایت معطر ہو جاتا ہے اور ایک عجب عالم مستی کا پیدا کرتے ہیں۔ آپ کا طرز نگارش ادبی محاسن کا مرقع ہے۔ سہل اور سجل عبارات، الفاظ کا چناؤ، تراکیب اور بندشوں کا تجمل غرضیکہ ذوق لطیف کی لذت یابی کا سامان وافر ہے۔ اس گنجینۂ علم و معانی کو منظر عام پر لانا آپ کی عظیم الشان خدمت اور جماعت پر احسان ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے مکتوبات اپنی شان، عظمت اور رفعت میں لاثانی ہیں۔

آفریں بر کلک نقاشے کہ دارد
بکر معنیٰ را چناں حسن جمیل

ہر رقیمہ معانی کا خزینہ ہے۔ جس کی جاذبیت اور دل آویزی مسحور کر دیتی ہے۔ آفرین ہے اس مردِ خدا پر کہ جس جولاں گاہ میں بھی اس نے قدم رکھا اس کے اوضاع و اطوار کو زینت بخشی اور اس کے معیاروں کو بلند کیا اور ایسے نقوشِ قدم چھوڑے جو آنے والوں کے لئے نشانِ منزل قرار پائے۔

صد لالہ رخے بود بصد حسن شگفتہ
نازاں ہمہ را زیر قدم کرد عجب کرد

منصب خلافت کی عظیم الشان اور بے کراں ذمہ داریاں جن کا احاطہ کرنا بھی مشکل تر ہے اور یہ ذمہ داری ایسا بوجھ ہے جو پیٹھ توڑ دینے والی ہے، خدائے مہربان سے اس کے حق ادا کرنے کی توفیق موفق پائی۔ اس فریضہ کی ادائیگی میں کسی اور کام کی ہمت ہی کب رہتی ہے مگر آپ اس کے ساتھ ساتھ جس میدان میں بھی اترے کمال کر دکھایا۔ آپ شعر و نثر میں طبع آزما ہوئے تو اساتذہ کا رنگ پیدا کیا اور ایسے شاہکار اور شاہ پارے تخلیق کئے کہ جو یادگار ہیں۔

یہ پیار اور شفقت کے نامے جو آپ کے نام آئے، زہے نصیب۔ یہ آپ کا اوجِ قسمت ہے اور قابل صد رشک ہے۔ یہ مکتوبات ہی اس کتاب کی روح اور معراج ہیں۔ ہر خط کو پڑھا، ٹھہر ٹھہر کر بنظر غائر دیکھا۔ دل سے بے اختیار یہ صدا بلند ہوتی رہی کہ

نکلا ہوں لفظ لفظ سے میں ڈوب ڈوب کر
یہ تیرا خط ہے یا کوئی دریا چڑھا ہوا

آپ نے اس تصنیفِ منیف کا نام بھی خوب تر تجویز فرمایا۔ اسم بامسمّٰی ہے۔ اس کے محتویات و مشتملات سیلاب رحمت ہیں۔ پہلی نظر پڑی تو یہ سیلاب رحمت کی ترکیب کچھ اجنبی لگی مگر کتاب پڑھ کر یہ باور آیا کہ سیلاب رحمت کے علاوہ اور کوئی

نام اس کے شایانِ شان نہیں۔ اس سیلاب میں استغراق اور محویت ہی اس کا تقاضا ہے اور چاہئے بھی۔

جماعتی اشاعتی خدمت کے سفر کی کہانی آپ نے بڑے خوبصورت انداز اور اعلیٰ پیرایہ میں بیان کی ہے۔ اندازِ تحریر نرالا اور اس میں شان دلربائی ہے۔ الفاظ کے رچاؤ، فقروں کے بہاؤ اور لہجہ کے سبھاؤ نے سماں باندھ دیا ہے۔ فن لطیف وہ ہے جو دل سے نکلتا ہے اور ان اعلیٰ جذبات پر مشتمل ہوتا ہے جس کو دماغ قبول کر لیتا ہے اور ہاتھ اس کی تخلیق کرتا ہے۔ تکرار سے بسا اوقات دل اوب جاتا ہے۔ مگر آپ ہیں کہ آپ نے کتابوں کی تیاری و اشاعت کا ذکر کیا جو ماشاء اللہ سو مرتبہ دہرایا گیا مگر کیا مجال کہ نظریں سواد کتاب سے جدا ہونے کو تیار ہوں بلکہ ہر سطر دوسری سطر کی تشویق دلاتی ہے اور مطالعہ کے دوران کوئی دیگر مصروفیت وارد حال ہوئی تو صدمہ کی کیفیت پیدا کر گئی۔ دلجمعی اور لذت مطالعہ کی کشش غالب رہتی ہے۔ ماشاء اللہ یہ مطالعہ نہایت دلچسپ رہا کہ ہر اشاعت کا ذکر ایک دلچسپ کہانی کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ اشاعت کے کام کے بیان میں کئی گوشے اوجھل ہی رہتے ہیں اور بہتیرے کارکنان پردہ غیب میں نہاں ہو جاتے ہیں مگر آپ نے تو کمال کر دکھایا کہ ہر پہلو اُجاگر کیا اور ہر خدمت گزار کا مذکور ہے۔ اور جس پیار اور محبت سے آپ نے ہر ایک کا ذکر کیا اور ان کی جس طور پر خدمت کو سراہا اور خراجِ تحسین پیش کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

یہ کہانی سبق آموز ہے اور نو واردان بساط خدمت کے لئے قابل تقلید نمونہ بھی۔ ہر مرحلہ رہبر اور ہر موڑ راہ نما ہے۔ کام دشوار اور کٹھن تھا تو خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپ کے عزائم جوان اور ارادے بلند فرما دیئے۔ ناواقفیت اور ناتجربہ کاری درپیش ہوئی تو حضور کی توجہاتِ کریمانہ اور تلطفاتِ رحیمانہ دستگیر ہوئیں اور ہر مرحلہ پر شفیق آقا نے آپ کی رہنمائی کی اور دعاؤں سے نوازا۔ وسائل کا فقدان سدِّراہ ہوا تو خدا نے کشائش کی راہیں نکال دیں۔ کام میں ترقی ہوئی اور کام کرنے والوں کی ضرورت سامنے آئی تو نصرت الٰہی جلوہ گر ہوئی اور مخلص، محنتی اور ایثار پیشہ رفقائے کار میسر ہو گئے جنھوں نے پوری دلسوزی اور عرق ریزی سے معاونت کا حق ادا کیا۔ بیرونی رابطوں کی احتیاج واقعی ہوئی تو افراد اور ادارے شرح صدر کے ساتھ معاون و مددگار ہوئے۔ غرضیکہ یہ سلسلہ بڑا طویل اور دور دراز ہے۔ گویا ہمہ وقت خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی موسلادھار بارش برستی رہی اور سیلاب رحمت کی صورت جلوہ گر ہوئی اور آپ کی تصنیف کی ہر سطر اس ”سیلاب رحمت“ کی طرف مشارٌ الیہ ہے۔ گو دانہ از انبارے کے حکم میں ہے مگر پڑھنے والے اس سے بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جماعت کے کاموں میں رختِ سفر اور زادِ راہ تقویٰ ہی ہے۔ باقی مولا بس ؏

خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

میرا دل ممنونیت اور احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے۔ جذبات کی لطافت کو قائم رکھتے ہوئے اظہار کا ملکہ آپ ایسے قادر الکلام لوگوں کا نصیبہ ہے۔ میں اس کوشش میں جذبات کی لطافت و نزاکت کا حرج کرنے کی جسارت نہیں کرتا اور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے دعا کی عاجزانہ درخواست کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس ضرورت اور احتیاج سے محروم نہیں کیا جاؤں گا۔

والسلام

ملک خالد مسعود

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کی نصائح

”شادی کے بعد پہلے بیوی میاں کی لونڈی بنتی ہے تو پھر میاں بیوی کا غلام بنتا ہے... میاں بیوی کی پرائیویٹ باتیں کبھی کسی سے نہ کرو عورتیں اپنی سہیلیوں سے اور مرد اپنے دوستوں سے ایسی باتیں کرتے ہیں اور اپنی شیخی بگھارتے ہیں جو نہایت بُری اور نامناسب بات ہے... میاں جب باہر سے آئے تو تیار رہو۔ جب باہر جائے تب بھی تمہارا حلیہ درست ہو تا کہ جب وہ تمہارا تصور کرے تو خوش کُن ہو نہ کہ بال بکھرائے ہوئے ایک بدبودار عورت کا...غصے کے وقت میاں سے زبان مت چلاؤ بعد میں غصہ ٹھنڈا ہونے پر اس کی زیادتی پر آرام سے شرمندہ کرو...باہر سے آنے پر کبھی لڑائی نہ کرو خواہ تمہیں کتنا ہی غصہ ہو ہر لحاظ سے آرام پہنچا کر بے شک بھڑاس نکالو... میاں بیوی کمرے میں ہوں تو کبھی کسی بات پر چیخ نہ مارو سننے والے کچھ کا کچھ سوچیں گے...لڑ کر کبھی گھر سے جانے کی دھمکی نہ دو اگر مرد غصہ میں آکر کہہ دے اچھا جاؤ تو کتنی بے عزتی ہے اور میکے میں جا کر بیٹھنا تو اس وقت ہی ہے جب خدانخواستہ واقعی نہ جانا ہو۔ ورنہ ایسی بات قدر کی بجائے بے عزتی کرواتی ہے...کوئی کام میاں سے چھپ کر نہ کرنا جو بات چھپانے کو جی چاہے وہ ہرگز نہ کرنا۔ اگر میاں کو پتہ چل جائے تو ساری عمر کے لئے بے اعتباری ہو جائے گی اور بے عزتی الگ...میکہ کی بات سسرال اور سسرال کی بات میکہ میں نہ کرنا تمہارے دل سے تو وہ بات مٹ جائے گی لیکن بڑوں کے دل میں گرہ پڑ جائے گی“

(سیرت و سوانح سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ صفحہ 253 تا 255)

ہیومینٹی فرسٹ کے تحت امریکہ میں خدمات

سید شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ

امریکہ میں جب سے کروناوائرس کی وبا پھیلی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سطح پر جماعتِ احمدیہ کے افراد نے عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا شروع کیا ہؤا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے ڈاکٹرز، نرسیں، فارماسسٹ غرضیکہ خواتین، نوجوان، بچے سب اپنے اپنے دائرہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات کے مطابق خدمتِ انسانیت میں لگے ہوئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس وقت ہیومینٹی فرسٹ امریکہ کی رپورٹ پیشِ خدمت ہے۔ چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ مکرم منعم نعیم صاحب اور ان کے دیگر ساتھیوں میں سے مکرم ماجد خان صاحب، مکرم حامد ملک صاحب، مکرم وقار باجوہ صاحب اور مکرم منشاد احمد صاحب نے جو رپورٹ دی ہے اُس کے مطابق کروناوائرس کی وبا پھوٹنے کے ساتھ ہی ہیومینٹی فرسٹ نے امریکہ میں مقیم جماعتِ احمدیہ کی ذیلی تنظیموں و دیگر خدمتِ خلق کے رفاہی اداروں کے ساتھ مل کر اپنی کاوشوں کا آغاز کر دیا تھا۔

قریباً 250 ممبران نے اندراج کے ساتھ اس کارِ خیر میں اپنی خدمات بِلا معاوضہ پیش کرنے کا عہد باندھا اور روزانہ کی بنیاد پر 50 سے 60 افراد گھنٹوں خدمتِ عمل میں مصروف رہے۔ اور تا حال 15 ہزار گھنٹوں سے زائد کام کر چکے ہیں۔

ہیومینٹی فرسٹ کے تحت جن چند ایک نمایاں خدمات کی بفضلہٖ تعالیٰ توفیق ملی۔ بغرض دعااُن کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کئی مقامات پر کھانے پینے اور بنیادی اشیائے ضرورت کے مراکز بنائے جن میں خوراک اور راشن کی سہولیات فراہم کی جارہی ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ کیا جارہا ہے جہاں سے ضرورتمندوں کو قریباً 95000 انفرادی کھانے ہفتہ وار راشن یا پکے پکائے کھانوں کی شکل میں تقسیم کیے گئے۔ یہاں اِس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ کارکنان اور ضرورت مند افراد حفظانِ صحت کے ان اصولوں پر عمل پیرا ہوں جن کا امریکہ حکومت اور ادارہ صحت WHO اور CDC کی طرف سے اجراء کیا گیا ہے۔ جن میں بطورِ خاص باہمی فاصلہ اور ماسک وغیرہ کے استعمال کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ غذائی ضروریات کے ساتھ مالی معاونت ہیومینٹی فرسٹ کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے مندرجہ ذیل مساجد / مقامات پر ہیومینٹی فرسٹ کے تحت غذائی ضروریات پورا کرنے کے، راشن تقسیم کرنے کے اور طبی معاونت کے سنٹر فعال ہیں۔

1 ۔ بیت النصر (ولنگ بورو ۔ نیو جرسی) گزشتہ تین ہفتوں میں 28000 انفرادی کھانے ہفتہ وار راشن کے طور پر تقسیم کیے گئے۔

2۔ بیت المسرور (مناسس۔ ورجینیا) گزشتہ تین ہفتوں میں قریباً9600 انفرادی کھانے تقسیم کیے گیا۔

3۔ بیت المبارک (شینٹلی۔ ورجینیا) گزشتہ تین ہفتوں میں تقسیم کیے گئے کھانوں کی تعداد 2000 سے زائد تھی۔

4۔ بیت العافیت (فلاڈلفیا ۔ پنسلوینیا) گزشتہ تین ہفتوں میں 1500 کھانوں کے برابر راشن تقسیم کیا گیا۔

5۔ اوش کاش (وسکانسن) ہیومینٹی فرسٹ مقامی تعلیمی اداروں کی معاونت سے سکول کے بچوں کو پکے ہوئے کھانے تقسیم کر رہی ہے جن کی اب تک تعداد 3 ہزار سے زائد ہے۔

6۔ بیت الہادی (اولڈ برج۔ نیو جرسی) قریباً35 خاندانوں کو Angles of Actions کے ساتھ مل کر راشن مہیا کیا گیا۔ جو اگلے ہفتے یک صد خاندانوں تک بڑھا دیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

7۔ ہیوسٹن میں مقامی فلاحی ادارے کے تعاون کے ساتھ 42,600 کھانوں کے برابر راشن تقسیم کیا گیا۔

ان کے علاوہ سلیکان ویلی میں 1700، صادق مسجد شکاگو میں 1500 اور سیاٹل میں 960 کھانے تقسیم کیے گئے۔ سنٹرل جرسی میں 600، بیت الظفر نیویارک میں 5360 پکے ہوئے کھانے تقسیم کیے گئے۔

ہیومینٹی فرسٹ طلباء تنظیم کے تحت مستحق افراد میں راشن تقسیم کیے گئے جس میں اورلینڈو میں 304، ٹولیڈو میں 697، میامی میں 100، اٹلانٹا میں 75، پورٹ لینڈ میں 480 افراد میں راشن تقسیم کیے گئے۔

اسی طرح ہیومینٹی فرسٹ نے امریکہ کی مختلف ریاستوں میں متعدد رفاہی اداروں کی معاونت سے مستحقین کے لیے کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کیں۔ ان ریاستوں میں نمایاں مقامات اٹلانٹا، آسٹن، اورلینڈو، وِلنگ بورو، ٹولیڈو، شکاگو، میامی، ہیوسٹن، اوش کاش اور ورجینیا ہیں جہاں قریباً 80 رضاکاروں نے راشن اور کھانا تقسیم کیا۔ ہیومینٹی فرسٹ کے تحت اندازاً 50 ہزار سے زائد کھانے یا اس کے برابر راشن مہیا کیا گیا جس میں امریکہ بھر سے متعدد رضاکاروں نے حصہ لیا۔

ہیومینٹی فرسٹ امریکہ کے تحت 20 ممبران پر مشتمل ایک ٹیم تشکیل دی گئی جو ایک کال سنٹر کے تحت طبّی، مالی اور غذائی ضروریات کے حوالے سے مستحقین کے ساتھ رابطہ رکھے ہوئے ہے۔ گھروں تک سامان پہنچانے کا انتظام بھی جاری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے رضاکاروں کو ماسک فراہم کیے گئے۔ نارتھ ورجینیا، سنٹرل ورجینیا، سلیکان ویلی، پورٹ لینڈ اور فلوریڈا میں 5559 ماسک (جن میں 100 N95 ماسک، 2900 میڈیکل ماسک اور 1659 لجنہ کے گھر میں سیے گئے ماسک شامل ہیں) اور 2000 دستانے کئی ایک ہسپتالوں، میڈیکل عملہ، پولیس، نرسنگ ہومز، فرنٹ لائن ورکرز اور مقامی کلینکس کو مہیا کیے گئے۔

حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات اور براہِ راست رہنمائی کی روشنی میں ہیومینٹی فرسٹ کے تحت اس وبائی مرض سے نمٹنے کے لیے کئی ایک اقدامات کیے گئے جن میں مجلس خدام الاحمدیہ کی وساطت سے اشیائے خورونوش کے سنٹرز کا قیام اور مقامی اداروں کے ساتھ مل کر گھروں تک کھانا پہنچانا، لجنہ اماء اللہ کی معاونت کے ساتھ ماسک سلائی کروا کر ہیومینٹی فرسٹ کے رضاکاروں اور دیگر افراد میں تقسیم کرنا شامل ہے۔ اسی طرح متعدد مساجد (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے) میں سنٹر قائم کر کے ضرورتمندوں میں بنیادی خورونوش کی اشیاء تقسیم کی جارہی ہیں۔

نیز 26 مارچ سے ایک ہیلپ لائن کا روزانہ 12 گھنٹے اجراء کر دیا گیا ہے جہاں رضاکار ڈاکٹروں و دیگر طبّی عملہ پر مشتمل ٹیم حفظانِ صحت سے متعلق آگاہی کے لیے ہمہ وقت مصروفِ عمل ہے۔ COVID-19 کے اس وبائی مرض سے بچاؤ کو یقینی بنانے کے لیے لوگوں کو مفت معلومات فراہم کی جارہی ہیں اور کسی بھی مشتبہ علامات سے متعلق مزید رہنمائی اور ہدایات کے لیے ہیلپ لائن سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے بے شمار امریکن افراد روزانہ کی بنیاد پر ہیومینٹی فرسٹ کی ان طبّی و غذائی سہولیات سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک نے برملا خدمتِ خلق کے اس بے لوث جذبے کو سراہا اور فرطِ جذبات سے مغلوب نظر آئے۔ کئی ایک نے سوشل میڈیا پر ان خدمات کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتے رہے۔

مضمون کی طوالت کے پیشِ نظر سب افراد کا ذکر ممکن نہیں بعض مقامات پر تقسیمِ راشن اور طبّی خدمات کے دوران لوگوں نے اس کارِ خیر میں برکت کی خاطر جو رقم بھی جیب سے نکلی چندے میں دے دی ہیومینٹی فرسٹ کی ویب سائٹ کے ذریعے سے سینکڑوں افراد نے مختلف امریکی ریاستوں سے عطیات بھی جمع کروائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں میں برکت عطا فرمائے اور دنیا کو اس وبائی مرض سے جلد از جلد نجات عطا ہو۔ آمین

ہیومینٹی فرسٹ۔ گیانا کا اِجرا اور کارکردگی

مقصود احمد منصور مبلغ انچارج وچیئر مین ہیومینٹی فرسٹ گیانا

Humanity First
Serving Mankind

اسلام جہاں خداتعالیٰ کے حقوق قائم کرتا ہے وہاں انسانیت کے حقوق کی طرف بھی بہت زور دیتا ہے۔ خدمتِ انسانیت بھی انہی حقوق میں سے ایک اہم فرض ہے جس کی طرف اسلام میں بہت توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ عالمگیر اس فریضہ کو احسن رنگ میں سر انجام دے رہی ہے۔ چنانچہ اسی مقصدِ عظیم کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1994ء میں ایک فلاحی تنظیم ہیومینٹی فرسٹ کے نام سے قائم کی۔ جس کا مقصد صرف خدمتِ انسانیت کے فریضہ کو سرانجام دینا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہیومینٹی فرسٹ ساری دنیا میں فلاحی کام کر رہی ہے۔

خاکسار کی شدید خواہش تھی کہ جماعت احمدیہ گیانا بھی اس کارِ خیر میں حصہ لے کر دکھی انسانیت کی دعائیں لے۔ چنانچہ جلسہ سالانہ یوکے 2017ء کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کے دوران جب اس خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا

"ٹھیک ہے۔ میڈیکل کیمپس منعقد کریں اور اخباروں میں بھی رپورٹس شائع کروائیں۔ اس سے اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے بھی راستے کھلیں گے۔" (الفضل انٹرنیشنل۔22 دسمبر۔2017ء۔ جلد 24۔ شمارہ 51)

پیارے امام کی ہدایات ملتے ہی ہیومینٹی فرسٹ امریکہ نے اس پر کام شروع کر دیا اور مکرم جمیل محمد صاحب کو ہیومینٹی فرسٹ گیانا کا کنٹری ڈائریکٹر مقرر کر دیا۔ جنہوں نے خاکسار سے رابطہ کیا اور ہیومینٹی فرسٹ کی رجسٹریشن کے لئے خصوصی طور پر امریکہ سے گیانا تشریف لائے۔

موصوف کا دراصل گیانا سے تعلق ہے۔ آپ کافی عرصہ سے امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔ مکرم جمیل محمد صاحب اور خاکسار نے مل کر تمام کاغذات پر کام کیا اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہیومینٹی فرسٹ گیانا 2 / مئی 2018ء کو رجسٹر ہو گئی۔

یہاں یہ بھی عرض کرتا جاؤں کہ یہ ہیومینٹی فرسٹ گیانا کا احیائے نَو تھا۔ مولانا بشیر احمد صاحب مبلغ انچارج گیانا نے 2005ء میں ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعہ سیلاب زدگان سے متاثرین کے لئے بہت کام کیا تھا اور بعد میں میڈیکل کیمپس اور کمپیوٹر سکول جیسے پروگرام بھی کئے تھے۔ مگر بعض مجبوریوں کی وجہ سے ہیومینٹی فرسٹ کافی عرصہ سے بند تھی۔

ہیومینٹی فرسٹ گیانا کے رجسٹر کروانے کے ساتھ ہی مختلف فلاحی کاموں کا اِجرا کر دیا گیا۔ جس میں سب سے پہلا کام غرباء کو پکا ہوا کھانا پیش کرنا اور غریب گھرانوں میں راشن تقسیم کرنا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید پروجیکٹس کو بھی شامل کیا گیا۔ جس میں خصوصیت سے میڈیکل کیمپس، تعلیمی و تدریسی پروگرام شامل ہیں۔

ان تمام پروگراموں کو چلانے کے لئے بہت سے رضاکاروں کی ضرورت تھی۔ جس کے لیے آغاز سے کوشش کی گئی۔ رضاکاروں کی ٹیم میں احمدی احباب کے علاوہ عیسائی اور ہندو مذہب سے بھی افراد شامل ہوئے۔ جن میں ڈاکٹرز، نرسز، اکاؤنٹنٹس، ماہر نفسیات، سماجی کارکن شامل ہیں۔ اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہیومینٹی فرسٹ گیانا کی رضاکار ٹیم میں پچاس سے زائد افراد شامل ہیں جو پانچ مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہیومینٹی فرسٹ گیانا کے پچھلے دو سالوں کے کاموں کی مختصر کارکردگی درج ذیل ہے۔

1۔ طعام

ہیومینٹی فرسٹ گیانا نے سب سے پہلا کام غرباء اور بے گھر افراد کے لئے کھانا پکا کر تقسیم کرنا شروع کیا۔ جس کا آغاز صرف 50 افراد ماہوار کے کھانا پکانے سے ہؤا۔ اور اب تک 44 بار کھانا پکایا جا چکا ہے جس سے 4807 افراد کو طعام کھلایا جا چکا ہے۔

2۔ راشن

نادار خاندانوں میں ہر چھ ہفتے بعد باقاعدگی کے ساتھ راشن تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس میں چاول، آٹا، دال وغیرہ جیسی بنیادی اشیائے خوردنی دی جاتی ہیں۔ اب تک

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 6 مختلف علاقوں میں 1151 مستحق خاندانوں میں راشن دیا جاچکا ہے۔اسی طرح کروناوائرس کی وباء کے دور میں خاص طور پر 200 سے زائد خاندانوں میں راشن تقسیم کیاجارہاہے۔

3۔ میڈیکل کیمپ

اب تک 12 میڈیکل کیمپس منعقد کئے جا چکے ہیں۔ جن کے ذریعہ 1181 افراد کو طبی امداد فراہم کی جاچکی ہے۔ میڈیکل کیمپس میں بلڈ پریشر، بلڈ شوگر چیک کرنے اور ڈاکٹر سے مشورہ کے علاوہ مختلف طبّی سہولیات بھی مہیا کی گئیں۔ جن میں دانتوں اورآنکھوں کا علاج اور کینسر کے ٹیسٹ وغیرہ شامل ہیں۔ ادویات مہیا کی گئیں۔ بے گھر زخمی افراد کی مرہم پٹی کی گئی۔ اور ہومیوپیتھی دوائیں بھی تقسیم کی گئیں۔ میڈیکل کیمپس مختلف اداروں اور تنظیموں کے ساتھ مل کر بھی کئے گئے اور انفرادی طور پر بھی کئے۔ کروناوائرس کی ہومیوپیتھک دوائی جو حفظ ما تقدم کے لئے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تجویز کی تھی وہ بھی تقسیم کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کپڑے کے بنے ہوئے فیس ماسک 360 افراد میں تقسیم کئے جارہے ہیں۔

4۔ تعلیم وتدریس

ہیومینٹی فرسٹ گیاناکی طرف سے تعلیمی پروگرامز بھی منعقد کئے جا رہے ہیں۔ ایک بہت کامیاب پروگرام انسانی نفسیات پر مشتمل ورکشاپ تھی۔ جس میں غصے اور ذہنی دباؤ پر قابو کے ساتھ ساتھ باہمی تنازعات کے حل پر مبنی موضوعات پر گفتگو کی گئی۔ اس کے علاوہ وینزویلا سے آئے ہوئے مہاجرین کی مدد کے لئے مفت میں انگریزی زبان کی کلاسز بھی منعقد کی گئی ہیں جس کی وجہ سے ان مہاجرین کو گیاناملک میں رہن سہن میں آسانیاں پیدا ہورہی ہیں۔ اب تک 146 کلاسز منعقد کی جاچکی ہیں جس سے 181 طلباء کو فائدہ ہوا ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ خلیفۂ وقت کی رہنمائی اور دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے ہیومینٹی فرسٹ گیانادن دگنی رات چگنی ترقی کر رہی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ ہیومینٹی فرسٹ گیانا کے بارے میں اخباروں میں بھی رپورٹ شائع ہوچکی ہے ۔ جن میں سے گیاناکرانیکل(Guyana Chronicle) اور سٹابروک نیوز(Stabroek News) شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ تمام وہ لوگ جو اس فلاحی کاموں میں حصہ لے رہے ہیں اور قربانی کر رہے ہیں، چاہے مال کے ذریعہ ہو یا وقت کے ذریعہ، ان کو اس دنیااور آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔ اور ہیومینٹی فرسٹ مزید ترقیات حاصل کرنے والی ہو، دکھی انسانیت کی حقیقی مدد کرنے والی ثابت ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہو۔ آمین ثم آمین

کھانے کی تقسیم

رضاکار کھانے کے ڈبوں کی تیاری میں مصروف

بلڈ ڈرائیو

ہیومینٹی فرسٹ انگلش کلاس

اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ والدہ کی خدمت

وسیم احمد ظفر۔ مبلغ انچارج جماعت احمدیہ برازیل

اللہ تعالیٰ نے والدین اور بالخصوص والدہ کی خدمت کا بہت بڑا اجر اور ثواب رکھا ہے۔ ہمیں اس کا تجربہ حالیہ وبا کرونا وائرس کے زمانے میں ہوا۔

تحدیث نعمت اور شکر گزاری کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ کے پیارے سلوک کے ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں۔ خاکسار کے بڑے بھائی مکرم لطیف احمد طاہر صاحب آسٹن۔ امریکہ میں رہتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ مارچ میں جب کرونا وائرس کے پھیلاؤ کی وجہ سے ان کے شہر میں بھی سب کاروبار بند ہو گیا اور لوگوں کو گھروں میں رہنے کی تلقین ہوئی تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ان دنوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے والدہ مکرمہ صادقہ بیگم صاحبہ (بنت حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ اہلیہ مکرم مولوی محمد شریف صاحب سابق اکاؤنٹنٹ جامعہ احمدیہ ربوہ) کے پاس نیویارک چلے جائیں جن کی عمر ماشاء اللہ 96 سال کے لگ بھگ ہے۔ ہماری امی ہمارے بھائی مکرم نعیم احمد صاحب (سیکریٹری ضیافت نیویارک) کے پاس رہتی ہیں۔

لطیف بھائی بھی ان کے پاس مقیم رہے چنانچہ نعیم بھائی حسب معمول مہمان نوازی کے علاوہ بزرگ والدہ کی دیکھ بھال کرتے رہے ان کے ساتھ والے پلنگ پر سوتے اور ضرورت پڑنے پر اُن کو سہارا دے کر اُٹھاتے بٹھاتے 'کھانا کھلاتے رہے اس وقت بھائی کو کورونا وائرس کا اٹیک ہو چکا تھا لیکن ابھی علامات پوری طرح سامنے نہیں آئی تھیں جس کی وجہ سے وہ حسب معمول والدہ کی خدمت کا فریضہ بجالاتے رہے جس دن بڑے بھائی کی واپسی تھی اس دن طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو اندازہ ہوا کہ وائرس کا حملہ ہو چکا ہوا ہے اس وقت انہوں نے امی جان کے پاس جانے سے احتیاط شروع کی لیکن دیر ہو چکی تھی بڑے بھائی تو اس مہلک وائرس سے محفوظ رہے جن کی عمر 67 سال ہے۔ 15 دن کے قریب والدہ صاحبہ کے پاس رہے اور 29 مارچ کو بخیر وعافیت واپس اپنے گھر آسٹن پہنچ گئے البتہ والدہ اس وائرس کی زد میں آگئیں جس کی وجہ سے ان کی حالت بگڑنے لگی اور ساتھ ہی نعیم بھائی میں وائرس کی علامات زور پکڑنے لگیں اور وہ مکان کی دوسری منزل کے کمرہ میں منتقل ہو گئے جہاں دن بدن ان کی طبیعت خراب ہوتی گئی بخار کیساتھ کھانسی کا بھی زور ہوتا گیا کھانا پینا بھی نہ ہونے کے برابر تھا جس کی وجہ سے بیحد کمزوری سے نڈھال ہو جاتے کرونا کا ٹیسٹ کرایا جو مثبت آیا ادھر والدہ ماجدہ کی صحت بھی زیادہ بگڑنے لگی گو کہ ان کا باقاعدہ ٹیسٹ تو نہیں کروایا گیا لیکن صاف نظر آرہا تھا کہ وائرس کا اٹیک ہو چکا ہے اب ایک ہی گھر میں دو مریضوں کی موجودگی میں باقی گھر والوں پر کیا بیتی ہوگی نعیم بھائی کی اہلیہ فوزیہ اور دو بچے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے بڑی ہمت کے ساتھ خطرات کے سایہ میں خدمت بجالاتے رہے یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور خلیفہء وقت کی دعائیں تھیں اور والدہ کی خدمت کی برکت کہ تمام امکانات کے ہوتے ہوئے یہ سب وائرس کے حملہ سے محفوظ رہے۔ وقت کے ساتھ دونوں (امی جان اور نعیم بھائی) کی طبیعت زیادہ بگڑنے لگی جس کی وجہ سے پریشانی میں اضافہ ہوتا چلا گیا کہ صورتحال کو کیسے سنبھالیں خاص طور پر نیویارک میں کرونا وائرس کے زور کی وجہ سے ہسپتال داخل کرنے میں بھی سب کو انقباض تھا اس بے بسی اور پریشانی کی حالت میں چھوٹے بھائی ڈاکٹر کریم احمد شریف (صدر جماعت باسٹن) بغیر کسی توقف کے نیویارک آگئے کئی لوگوں نے منع کیا اور بیشمار لوگوں نے حیرت کا اظہار بھی کیا کہ جس گھر میں اس وائرس کے دو مریض موجود ہیں اور نیویارک ویسے ہی اس مہلک وائرس کا گڑھ بنا ہوا ہے وہاں جانا خطرہ سے خالی نہیں لیکن اپنی بزرگ والدہ کی خدمت اور دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ بڑے بھائی کی خبر گیری کا جذبہ سب سوچوں۔ اندیشوں اور خطروں پر غالب آگیا ایک عزیز نے یوں تبصرہ کیا کہ گویا جانتے بوجھتے ہوئے آگ میں چھلانگ لگا دی۔ بہرحال انہوں نے آکر حالات کو سنبھالا اور خدمت کا خوب حق ادا کیا وہ بتاتے ہیں کہ جب میں آیا تھا تو امی جان اور نعیم بھائی میں کرونا وائرس کی علامات شروع ہو چکی تھیں اور دونوں کی حالت کافی تشویشناک تھی جس کی وجہ سے بہت زیادہ کمزوری تھی ایک جمعہ کے دن طبیعت زیادہ خراب ہونے پر فکر ہوئی کہ اگر اختتام ہفتہ پر انہیں سانس کی تکلیف زیادہ ہو گئی تو کیا ہو گا اسی دوران بھائی جان مبارک جمیل (کزن) کا فون آیا تو میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ ڈاکٹر سے بات کر کے آکسیجن گھر پر منگوالیں۔ یہ اچھا مشورہ تھا چنانچہ ڈاکٹر سے مشورہ کر کے آکسیجن گھر پر منگوالی گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بے حد فضل کیا کہ اس کی ضرورت نہیں پڑی امی جان اور بھائی کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ یہ سب کچھ کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ امی جان شدید بیماری کے باوجود محفوظ رہیں گویا نئی زندگی ملی۔ امی جان کے ساتھ ساتھ نعیم بھائی جان کی طبیعت بھی بحال ہونا شروع ہو گئی۔

لیکن اس دوران چھوٹے بھائی کریم کو وائرس کا ان سے بھی زیادہ شدید اٹیک ہو گیا اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ بخار اور شدید کمزوری کے ساتھ ساتھ سانس لینے میں بہت دشواری ہونے لگی اور وہی آکسیجن جو والدہ کے لئے منگوائی تھی ان کے کام آئی۔ اللہ کی شان ہے کہ کس طرح پہلے سے اس نے انتظام کروادیا اور کافی دن آکسیجن لینے کی ضرورت پڑتی رہی بہرحال ایسی بے بسی کی کیفیت رہی جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے چند دن تو بے حد پریشانی میں گزرے باسٹن میں ان کی بیگم اور بچے الگ فکر مند تھے حالات کی وجہ سے نہ وہ آسکتے نہ یہ وہاں جاسکتے تھے۔ ہسپتال جانے کے تو خیال سے ہی ڈر لگتا تھا چنانچہ ایک دن ان کی بیٹی نے دعا کے لئے کہا اور بتایا کہ اگلے 24 گھنٹے بہت اہم ہیں تو خاکسار نے فوراً حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو دعا کے لئے خط لکھا اور بطور خاص اس بات کا ذکر کیا کہ بھائی کو ہسپتال میں داخل نہ ہونا پڑے چنانچہ گھر میں ہی علاج کیا جاتا رہا اور اب وہی بھائی جن کا خیال رکھنے کہ لئے یہ آئے تھے شفاء یابی کے بعد ان کا خیال رکھ رہے تھے ان کی اہلیہ بھی اپنی جاب اور دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ ہمیشہ کی طرح بڑی ہمت کیساتھ خدمت میں مصروف رہیں گویا ہر ایک ایثار و قربانی کے جذبہ کے ساتھ اپنی پرواہ کئے بغیر دوسرے کی خدمت میں کوشاں دکھائی دیتا رہا۔ چھوٹے بھائی کی طبیعت مزید بگڑتی گئی اور بات کرنا بھی مشکل ہو گئی ایسی نازک صورت حال تھی کہ ان دنوں فون کی گھنٹی بجتی یا وٹس ایپ پر امریکہ سے کسی فیملی ممبر کا میسج آتا تو یکدم دل دھڑک جاتا کہ یا اللہ خیر ہو بس ایک ہی اور ایک ہی سہارا دعا کا تھا بار بار پیارے آقا کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے لکھتے رہے صدقہ و خیرات کا سلسلہ بھی جاری رہا اور ساتھ ممکنہ علاج بھی ہوتا رہا آخر کار اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ وقت اور سب کی دعاؤں کو سنتے اور قبول کرتے ہوئے انہیں بھی اس وائرس کے شدید حملہ سے معجزانہ رنگ میں شفاء دی۔ الحمدللہ۔ اسطرح اللہ تعالیٰ نے نہ صرف والدہ کو پیرانہ سالی میں اس خطرناک وائرس کے شدید حملہ کے باوجود زندگی عطاء کی بلکہ تین بیٹوں کے علاوہ بقیہ گھر کے افراد پر بھی اپنا خاص فضل اور رحم فرمایا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ ہم شکر گزار ہیں بھابھی فوزیہ اور ان کے بچوں فرحان اور عفیفہ کے جنہوں نے اس مشکل بلکہ نازک وقت میں انتھک محنت کے ساتھ خدمت کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطاء کرے۔ حقیقت میں ہم احمدی کتنے خوش قسمت ہیں کہ خدا کا پیارا خلیفہ دن رات درد اور تڑپ کے ساتھ ہمارے لئے دعائیں کرتا ہے اور ہم اس کی برکات کا فیض پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر گزار بندہ بنائے۔ خلافت سے وابستہ رکھے اور والدین کی کماحقہ خدمت کی توفیق ملتی رہے۔ اللہ تعالیٰ والدہ کو صحت و تندرستی والی زندگی دے انجام بخیر کرے اور سب خدمت کرنے والوں کو اجر عظیم عطاء کرے۔ اس سارے عرصہ میں دنیا بھر سے لوگ حال پوچھتے اور دعائیں کرتے رہے ان سب کا شکریہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین

ہم نے والدہ کی خدمت کے لئے بیٹوں کو جان ہتھیلی پر رکھے دیکھا یقیناً اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظریں ایسے خدمت گزاروں پر پڑتی ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی حفاظت کرتا اور ان کا مشکل کشا بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ایک واقعہ بیان ہے کہ ایک موقع پر جب تین اشخاص ایک غار کا دہانہ بڑے پتھر سے بند ہونے کے سبب اس میں پھنس گئے تو ان کی رہائی کی ایک بڑی وجہ ایک شخص کی اپنے والدین کی خدمت کے صدقے خدا تعالیٰ کے حضور التجا تھی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"یہ مت سمجھو کہ جسکو ہم و غم پہنچتا ہے وہ بدقسمت ہے۔ نہیں خدا اس کو پیار کرتا ہے جیسے مرہم لگانے سے پہلے چیرنا اور جراحی کا عمل ضروری ہے غرض یہ انسانی فطرت میں ایک امر واقع شدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے اور اس میں کیا کیا بلائیں اور حوادث آتے ہیں۔ ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دعاؤں ہی سے پہچانا جاتا ہے"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 147۔ ایڈیشن۔ 1988)

"ہر احمدی کے چہرے کے پیچھے احمدیت کا چہرہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ ہے، اسلام کا چہرہ ہے۔ پس ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کہ ان چہروں کی حفاظت کرے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائی ہے اور موقع دیا ہے ان کی زیادہ بڑی ذمہ داری ہے کہ اس ذمہ داری کو نبھائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ "ہماری بیعت کا دعویٰ کر کے پھر ہمیں بدنام نہ کریں۔" (ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 137)

ہم کون ہیں؟

رشیدہ تسنیم خان، فلاڈلفیا، امریکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی، حضرت مولٰنا غلام رسول صاحب راجیکی قدسی رضی اللہ عنہ' ایک جیّد عالم با عمل، صوفی، صاحبِ رویاء و کشوف، اعلیٰ پایہ کے مناظر اور مشہور مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ تھے۔ آپ نے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کی راہنمائی میں ہندوستان بھر میں زبر دست تبلیغی مہمات سر کیں جن کا کچھ تذکرہ آپ نے اپنی سوانح "حیاتِ قدسی" میں تحریر فرمایاہے۔ مولٰنا مرحوم کی درجِ ذیل فارسی نظم "ہم کون ہیں" 1973 میں روزنامہ الفضل میں چھپی تھی، اور اس کا ترجمہ ابھی شائع نہیں ہوا تھا۔ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کو یہ نظم بہت پسند تھی، اور زبانی یاد تھی۔ اس نظم کے لکھنے کے موقع کے بارے میں حضرت مولٰنا تحریر فرماتے ہیں:

"جب مخالفین نے بار بار چیلنج دیا اور احمدیت کی تخفیف اور تذلیل کی کوشش کی، تو میں نے احمدیت کی شان کے اظہار کے لیے یہ نظم کہی"۔

(حیاتِ قدسی۔ حصہ پنجم۔ صفحہ 49۔ مطبوعہ حکیم محمد عبداللطیف شاہد۔ لاہور)

یہ نظم گہرے تصوف اور فلسفیانہ مضامین کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اور مولٰنا موصوف نے بہت مناسب الفاظ میں ہر احمدی کے دل کی آواز کو مخالفوں تک پہنچایاہے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزا۔

ہم کون ہیں!

ما نفخِ صُوریم بصد شورشِ محشر

ما جلوہِ طُوریم بصد منظرِ مُوسیٰ

ما نقدِ اثر از دمِ اعجازِ مسیحیم

ما محیِ اصحابِ قبوریم چو عیسیٰ

ہماری تبلیغِ حق نے دنیا میں ایک حشر برپا کر دیا ہے۔ ہم میں خدا تعالیٰ کا جلوہ اُسی طرح نظر آتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو طوُر پر نظر آیا تھا۔

ہمیں (مسیحِ دوراں پر ایمان لانے کے باعث) مرُدے زندہ کرنے کا اعجاز عطا کیا گیا ہے۔ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح صدیوں پرانے روحانی مُردوں کو (جو غلط عقائد اور بے عملی کی قبروں میں پڑے ہوئے تھے) زندہ کر دیا ہے ؎

ما از پئے احیاءِ جہاں جان نثاریم

ما جانِ جہانیم و فدائیم بہ احیاء

ما از پئے ایں دورِ جدیدیم اساسے

ما دستِ قضائیم بہ تعمیرِ بِناہا

ہم دنیا کو زندگی بخشنے کے لیے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ہمارے پاس دنیا کے لیے زندگی بخش پیغام ہے جسے پھیلانے کے لیے ہم نے سر دھڑ کی بازی لگا دی ہے۔

ہمارے ہاتھوں سے دورِ جدید کی بنیاد خدا تعالیٰ کی مشّیت سے رکھی جا رہی ہے (ہمیں سچائی پھیلانے کے لیے قدرت نے اس زمانے میں چنا ہے)۔

آں رسمِ قتیلانِ محبّت کہ کُہن گشت

ماتازہ کنیم از سرِ نو دارو رسن را

آں منزلِ خُوں بار کہ شُد مقتلِ عشّاق

از مقصدِ ما ہست بصد جوشِ تمنّا

گو دنیا محبت الٰہی سے سرشار ہو کر جان قربان کرنے والوں کی روایات کو بھول گئی ہے، مگر ہم نے قرونِ اولیٰ کی ان روایات کو از سرِ نو تازہ کر دیا ہے۔

حق و صداقت کے عاشق جہاں اپنی جانیں نثار کرتے رہے ہیں، اُسی قربان گاہ تک رسائی تو ہماری زندگی کا نصب العین ہے۔

از بہرِ رُخے غازہ ز خُونابہء عشق است

زانست کہ سر بر دمِ تیغ است قلم را

ہر جا کہ بعزمیم کفن بستہ بدوشیم

خوش مسلکِ خُونیں ست پئے عاشقِ شیدا

عاشقوں کی شاندار قربانیوں سے ہی تو معشوق کی شان ظاہر ہوتی ہے، اسی لیے ہم اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہم ہر وقت تلوار کی دھار کے منتظر رہتے ہیں۔

ہم اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ہر وقت کفن بردوش رہتے ہیں، کیوں کہ سچے عاشقوں کا مذہب ہی ہر وقت قربانی کے لیے تیار رہنا ہے۔

مرگ است بہ احیائے کسے فدیہء عشّاق
ایں موت حیاتِ است دریں رسمِ تولّا
آں راز کہ مے بود نہاں دوش بہ عارف
امروز عیاں گشت بہر محفلِ اعداء

قدیم سے محبت کرنے والے اپنے محبوب کی رضا اور قُرب جوئی کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے چلے آئے ہیں، اور یوں انہوں نے اپنی موت سے ابدی حیات پائی ہے۔

کل تک (یعنی زمانہ مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے) لقاءِ الٰہی ایک راز تھا جو کچھ ہی راز دانوں کو معلوم تھا مگر آج یہ راز ہر دوست و دشمن پر (مسیح موعودؑ کی برکت سے) عیاں ہو چکا ہے۔

ما کافرِ نو ایم و بحق مسلمِ نَوایم
ما از پئے ہر باطل و حقّیم تماشا
ما سرِّ نہانیم بصد پردہِ ظلمات
ما نُورِ عیانیم زِ ہر منظرِ اسنٰے

ہمیں کافر اور مرتد قرار دیا جاتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم تو اب مسلمان ہوئے ہیں، ہماری سچائی ہر دوست اور دشمن پر عیاں ہے۔ ہم تاریکی کے دبیز پردوں میں چھپے راز تھے۔ لیکن اب ہمارا نور ہر طرف ظاہر و باہر ہے

در منزلِ خاکیم و کم از خاک و حقیریم
بر مسندِ افلاک بَصد دَولتِ عُلیا
ما ساقیِ عہدیم و ہم مست الستیم
ما جام بدستیم بہر طالبِ مَولا

ہم دنیا میں حقیر اور ذلیل خیال کیے جاتے ہیں، جبکہ ہمیں خدا تعالیٰ کے نزدیک اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے۔ ہم اس دور کے ساقی ہیں۔ اور مئے الست سے سرشار ہیں۔ اور ہر طالبِ حق کو پلانے کے لیئے یہ جام لیے بیٹھے ہیں۔

ما از پئے ہر تشنہ لبے آبِ حیا تیم
ما آبِ حیا تیم بصد نشّہِ صہباء
ما از پئے ہر درد دوائیم و شفائیم
ما فضلِ خُدائیم پئے چارہِ مرضا

ہر پیاسے کے لیے زندگی کا جام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے زندگی بخش جام میں خدا کی محبت کی گہری مستی اور کیف ہے۔ ہمارے پاس اللہ کے فضل سے ہر دکھ اور درد کی دوا موجود ہے

ما منجیِٔ ہر غرقہءِ طوُفانِ ضلالیم
ما کشتیءِ نوحیم دریں سیلِ بلا ہا
ما صحبِ بنی احمد موعود خدائیم
ما حزبِ خدائیم پئے شوکتِ طٰہٰ

ہم طوفانِ گمراہی میں ہر ڈُوبنے والے کے نجات دہندہ ہیں۔ اِس زمانے کے مصائب کے طوفان سے بچاؤ کیلئے ہم نُوح علیہ السلام کی کشتی ہیں۔ ہم احمدِ موعود علیہ السلام کے بیٹے (مصلحِ موعودؓ) کے ساتھ ہیں۔ ہم خدا کی جماعت ہیں اور رسولِ پاک ﷺ کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے کمربستہ ہیں۔

ما بانگِ صفیریم بصد جذبِ جہانگیر
تا جمع کنیم از رہے مرغانِ حرم را
ما کاسرِ اصنام و صلیبیم بحجّت
ما حُجّتِ حقّیم چو صد نیّرِ بیضاء

ہم خدائی پرندے ہیں ہماری دنیا بھر میں گونجتی ہوئی محبت بھری آواز پر دنیا کے کونے کونے سے ربِّ کعبہ کی محبت میں سرشار پرندے جمع ہو رہے ہیں۔
ہم سورج جیسی چمکدار سچی اور قطعی دلیلوں کے ساتھ بتوں اور صلیبوں کو توڑنے والے ہیں۔

ما قاتلِ خنزیر و شریریم بہ ہر سُو
ما دافعِ ہر فتنہ و شرّیم زِ ہر جا
ما طاقتِ ہر علم و ہدائیم بہ تقدیس
ما قوّتِ تقدیس خدائیم بہ دنیا

ہم ہر طرف دلیل وبُرہان کے ساتھ خنزیر صفت شریروں کا مقابلہ کر کے ہر جگہ سے شر اور فساد مٹانے والے ہیں۔ ہماری طاقت، علم اور راہنمائی کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی پاکیزگی کی قُوّت ہے۔ ہمارا وجود دنیا میں خدا تعالیٰ کی تقدیس کی تاثیر و برکت سے قائم ہے۔

مامظہر آیاتِ جمالیم و جلالیم
ما ہادی و نوریم دریں فتنہء صمّاء

ما سرّ وجود از پئے تکوینِ خدا ئیم
ما نورِ شہودیم بہر مشہدِ اجلےٰ

ہم احمدی، حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالی اور جمالی دونوں شانوں کے صرف گواہ ہی نہیں بلکہ ان سے فیض یاب بھی ہیں۔ ہم اس پُر فتن دور میں اندھیروں میں بھٹکتے لوگوں کی ہدایت و نجات کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ ہمارے وجود کا اصل مقصد خداتعالیٰ کے ازلی و ابدی نور کو پہچاننا اور اسی اعلیٰ نور کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرنا ہے۔

ہر منزلِ ما منزلِ صد وادیٔ ایمن
ہر ہیکلِ ما ہیکلِ قدس است چو بطحا

اے سالکِ سرگرم دریں منزلِ آداب
ہشدار کہ ایں رہ دمِ تیغ است نہ صحرا

ہم مسیح زماں علیہ السلام کے پیروکار ہیں، ہماری ہر منزل وادیء ایمن ہے (یعنی ہر منزل پر خداتعالیٰ کی تائیدات جلوہ گر ہیں)۔ اور ہماری ہر عبادت کا حقیقی مرکز و محور کعبہ اور ربِّ کعبہ ہے۔ ہر وہ شخص جو اس جاہ و جلال کے دربار تک رسائی چاہتا ہے، اسے یاد رہے کہ اس عالی دربار تک رسائی آسان نہیں۔ یہ راستہ نرم ریت کے صحرا سے نہیں گزرتا بلکہ تیز تلوار کی دھار ہے۔

قدسی! تو بایں نطق بجو محرمِ اسرار
کایں حکمتِ لاہوت زنا محرمے اخفےٰ

قدسیؔ! یہ عالم بالا سے متعلق تیری پُر از اسرار باتیں تو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل میں نورِ اعلیٰ تک رسائی پانے کی جوت لگی ہو۔ یہ آسمانی حکمت کے گہرے راز ایک عامی کے فہم و ادراک سے بالا ہیں اور اس کی سوچ کی رسائی بھی ان رازوں تک ممکن نہیں۔

اطلاع اور دیگر اعلانات

براہ کرم اپنے مضامین ٹائپ فرما کر بذریعہ ای میل بھیجیں۔ مضمون پر نام کے ساتھ شہر اور ریاست کا نام بھی لکھیں۔ ای میل میں اپنا فون نمبر درج فرمائیں تا کہ ضرورت پڑنے پر آپ سے رابطہ کیا جا سکے۔ آپ اپنے مضمون کے ساتھ اپنا مختصر تعارف اور مضمون سے متعلقہ تصویریں بھی بھیج سکتے ہیں۔ اصلاح یا مناسب کانٹ چھانٹ مدیران کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر آپ چھپنے سے پہلے اپنا مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے سے مطلع فرمائیں۔

درخواستِ دُعا، کامیابی اور دیگر تقاریب کی اطلاع و اعلانات پر مبنی رپورٹ بھی بغرض اشاعت بھجوائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزا

النور صد سالہ نمبر 2020ء کی اشاعت پر تاثرات

مدیر مجلّہ النور

الحمدللہ، ادارہ مجلّہ النور کو جماعت احمدیہ امریکہ کے قیام کو سو سال پورے ہونے پر گزشتہ سال، 2020ء میں ایک خاص شمارہ تیار کرنے کی توفیق ملی۔ ادارہ اس تاریخی مجلّہ کی تیاری میں شامل تمام افرادِ جماعت کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ تمام مضامین لکھنے والوں نے جس دلجمعی اور خلوص سے مواد کی تلاش اور تحقیق کے محنت طلب مراحل طے کیے وہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کے بغیر ممکن نہ تھا، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اس شمارے کی اشاعت اور ترسیل 2021ء میں عمل میں آئی۔ امید کی جاتی ہے کہ تمام قارئین النور کو یہ شمارہ بذریعہ ڈاک موصول ہو چکا ہوگا اور آپ اس میں شامل تاریخی حقائق پر مبنی مضامین اور منظوم کلام سے مستفیض ہو رہے ہونگے۔

بصورتِ دیگر آپ یہ خصوصی شمارہ آن لائن بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں اور بذریعہ ڈاک بھی منگوا سکتے ہیں۔

النور کا آن لائن شمارہ اس ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمایئے: ahmadiyyagazette.us

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے احمدیہ مسلم کمیونٹی یو ایس اے بک سٹور سے اس ایڈریس پر ای میل پر رابطہ کیجیے: incharge@amibookstore.us

مزید یہ کہ اگر آپ اس ای میل ایڈریس پر رجسٹر کر لیں تو ہر نئے آن لائن شمارے کی اطلاع آپ کو بذریعہ ای میل موصول ہو جائے گی:
https://ahmadiyyagazette.us/wp/subscribe/

اس شمارے کی اشاعت پر اس سے متعلق تجزیے، تاثرات اور تجاویز موصول ہو رہی ہیں۔ مبارکباد اور جزاکم اللہ کے پیغامات مل رہے ہیں۔ ذیل میں چند تاثرات درج ہیں:

ابو سعید، ایڈیٹر الفضل آن لائن، لندن

3 مارچ, 2021

جماعت احمدیہ مسلمہ امریکہ نے اپنی چمکتی دمکتی سو سالہ تاریخ پر «النور» کا ایک حسین، خوبصورت، دیدہ زیب اور دلکش نمبر جاری کیا ہے۔ یہ تمام اردو زبان میں ہے اور 279 صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں تاریخ جماعت احمدیہ اور امریکہ کے اعتبار سے جہاں بہت ہی معلوماتی، علمی اور ازدیاد ایمان و علم کی حیثیت رکھنے والے بہتے اور ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر جیسے مضامین کو ادارہ نے نہایت احسن رنگ میں کوزے میں بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہاں تاریخی فوٹوز اور تصاویر دیکھ کر ان بزرگوں، مصاحبین اور خدمت کرنے والے ورکرز کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے اور تمام معلومات کو بہت اچھوتے رنگ میں سمونے اور لڑی میں پرونے پر مدیر اعلیٰ مکرمہ امتہ الباری ناصر اور مدیر مکرمہ حسنیٰ مقبول احمد اپنی تمام ٹیم کے ساتھ مبارکباد کی مستحق ہیں۔ ابھی کچھ علمی و معلوماتی مضامین جو اس نمبر میں جگہ نہیں بنا سکے وہ آئندہ شماروں کی زینت بنیں گے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ "احمدیہ گزٹ امریکہ" انگریزی حصہ لئے منصّۂ شہود پر آنے والا ہے۔

قبل اس کے کہ میں اپنے قارئین الفضل کے لئے اس تاریخی نمبر سے جستہ جستہ امریکہ کی سو سالہ تاریخ کے واقعات اور بزرگوں کی قربانیوں نیز خدمات دینیہ میں اپنے نام رقم کروانے والوں کا تذکرہ کروں میں بحیثیت ایڈیٹر الفضل اپنے ادارہ اور دنیا بھر میں پھیلے نصف لاکھ سے زائد قارئین کرام کی طرف سے جماعت احمدیہ امریکہ کو اپنے پہلے سو سال کامیابی کامرانی سے مکمل کرنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد امیر جماعت احمدیہ امریکہ۔ تمام جماعتی و ذیلی تنظیموں کے عہدیداران، مبلغین کرام اور امریکہ جماعت کے تمام احمدی احباب و خواتین کو مبارکباد پیش کرتا اور مزید تاریخ ساز روحانی و اخلاقی ترقیات اور فتوحات کے لئے دعا کرتا ہوں۔ آپ خوش نصیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ یہ مبارک دن دیکھنے اور تشکر الٰہی کا موقع فراہم کر رہا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ کان اللہ معکم

آج سے سو سال قبل فروری 1920ء میں حضرت مفتی محمد صادقؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امریکہ کو روحانی طور پر فتح کرنے کے لئے سرزمین امریکہ پر قدم رنجہ فرمایا۔ آپؓ کو امریکہ میں داخلے سے اس لئے روک دیا گیا کہ آپ ایک ایسے مذہب کے پیروکار ہیں جو تعدّد ازدواج کے حوالہ سے ایک سے زائد بیویوں کی

اجازت دیتا ہے۔ آپ کو قید کر دیا گیا اور عدالت میں مقدمہ لڑنا پڑا۔ آپ کو جیل میں 19 قیدیوں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کی توفیق ملی۔ گو پھلوں کے حصول کا سلسلہ تو بحری جہاز میں ہی شروع ہو چکا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو جب آپؓ کے اسیر راہِ مولیٰ ہونے کا علم ہوا تو حضورؓ نے فرمایا کہ امریکہ نے پہلے دنیوی سلطنتوں کو شکست دی ہے۔ اب مقابلہ روحانی سلطنت سے ہے جسے وہ ہرگز شکست نہیں دے سکتا کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت مفتی محمد صادقؓ کی امریکہ میں آمد سے قبل امریکہ میں احمدیت کا تعارف ہو چکا تھا۔ جب ڈاکٹر انتھونی جارج بیکر آف فلاڈلفیا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خط و کتابت کے بعد احمدی مسلمان ہو چکے تھے۔ جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام براہین احمدیہ جلد پنجم میں فرما چکے تھے۔ آپ نے 17 فروری 1918ء کو وفات پائی اور لارل ہل قبرستان فلاڈلفیا میں مدفون ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2018ء کے اپنے دورہ کے دوران 20 اکتوبر کو آپ کی قبر پر جا کر دعا کروائی۔

ان کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک دور میں آپؑ پر ایمان لانے والے درج ذیل دوست بھی تھے۔

1۔ مسٹر اینڈرسن۔ 26 ستمبر 1904ء کو بیعت کی۔ آپ کا اسلامی نام احمد تھا۔
2۔ مسٹر محمد الیگزنڈر رسل وب۔
3۔ مسٹر کلیمنٹ لنڈے۔ 1908ء میں احمدیت قبول کر کے مسلمان ہوئے۔

قبولیتِ دعا کا ایک نشان

حضرت مفتی صاحبؓ بحری جہاز ہیور فورڈ کے ذریعہ لورپول برطانیہ سے امریکہ تشریف لائے تھے۔ یہ سفر پانچ دن کا تھا جو تیز ہواؤں اور دیگر روکوں کے سبب 19 دن تک محیط ہو گیا۔ جس میں آپ بیمار بھی ہو گئے۔ اس تکلیف دہ سفر کی وجہ سے آپ کو خیال آیا ہمیں اپنا ایک احمدیہ جہاز بنانا چاہیے جو ہمارے مبلغین کو مختلف ممالک میں پہنچائے اور حج بھی کروائے۔

آپ کی یہ خواہش پہلی بار علامتی طور پر امریکہ میں ہی بھر آئی جب صد سالہ خلافت جشنِ تشکر 2008ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ایک چارٹرڈ جہاز کے ذریعہ امریکہ سے کینیڈا پہنچے۔ اس فلائیٹ کو « خلافت فلائیٹ » کا نام دیا گیا۔ جس کا انتظام مکرم منعم نعیم نائب امیر امریکہ جو وائس پریذیڈنٹ کانٹی نینٹل ائیر لائن تھے نے کیا تھا۔ یہ دنیا کی چوتھی بڑی ائیر لائن ہے۔ اس فلائیٹ میں حضور انور ایدہ اللہ کے ہمراہ 26 افراد ہمرکاب تھے۔ بورڈنگ کارڈ پر صد سالہ خلافت جوبلی کا لوگو، مینارۃ المسیح کا عکس شائع شدہ تھا اور خلافت فلائیٹ اور احمدیہ مسلم کمیونٹی لکھا تھا۔ امریکہ سے روانگی کے وقت امیگریشن وغیرہ لاؤنج میں ہو گئی اور کینیڈا کے امیگریشن آفیسر نے جہاز کے اندر آکر پاسپورٹس پر مہریں (Stamps) لگائیں۔ حضور انور ایدہ اللہ نے ہم سفر تمام ساتھیوں کے بورڈنگ کارڈز پر دستخط رقم فرما کر ان کے بورڈنگ کارڈز کو نہ صرف متبرک فرمایا بلکہ تاریخی بھی بنا دیا۔

ایک اور قبولیتِ دعا کا نشان

حضرت مفتی صاحبؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بی اے کی ڈگری لینے کی درخواست کی تو حضورؓ نے آپؓ کو لکھا "اللہ آپ کو بہت ڈگریاں دے گا"۔

چنانچہ آپؓ نے بی اے کا امتحان ترک کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو دو تین سالوں میں بہت سی ڈگریوں سے نوازا۔ ان میں ایک Doctor Of Divinity کی وہ اعلیٰ ڈگری بھی ہے جو عیسائیوں سے باہر کسی کو اگر ملی تو وہ بھی ایک احمدی مسلمان کو۔

مستشرق پادری زویمر نے قادیان کا اسلحہ خانہ دیکھا

امریکہ کے مشہور و معروف مستشرق پادری زویمر 29 مئی 1924ء کو قادیان گئے۔ آپ نے مختلف اداروں، لائبریری و دیگر دفاتر کا Visit کیا۔ امریکہ واپس پہنچ کر ایک سرکولر کے ذریعہ عیسائی دنیا سے اپیل کی کہ اسے انجمن احمدیہ سے مقابلہ کے لئے خاص تیاری کرنی چاہیے کیوں کہ "اسلام جدید" انجمن احمدیہ کے ذریعے سے یورپ اور امریکہ میں مضبوط ہو رہا ہے۔ (الفضل 6 جنوری 1925ء)

نیز "ہندوستان میں اسلام" کے نام سے ایک مضمون تحریر کیا۔ جس میں قادیان میں اسلام و عیسائیت کے متعلق کوششوں کا ذکر کر کے لکھا کہ یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے تیار کیا گیا ہے اور یہ ایک زبردست عقیدہ ہے جو عیسائیوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔ (النور صد سالہ 84)

صدر امریکہ کو قرآن کا تحفہ

حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ نے صدر امریکہ ٹرومین کو ایک مجلس میں چند قرآنی آیات انگریزی ترجمہ کے ساتھ سنائیں۔ صدر نے اس میں دلچسپی لی اور کہا کہ میں یہ قرآن میں خود دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ اگلے روز حضرت چوہدری صاحب نے صدر مملکت کو انگریزی ترجمہ والا قرآن کریم ان آیات پر نشان لگا کر بھجوایا۔

(النور صد سالہ نمبر صفحہ 86)

حضور انور ایدّہ اللہ تعالیٰ کا پیغام

اب اگر النور صد سالہ جشن نمبر کا احاطہ کیا جائے تو سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا احباب جماعت امریکہ کے نام پیغام اس کا روح رواں ہے۔ جو صد سالہ اظہارِ تشکر نمبر کے صفحہ 10 کی زینت بنا ہے۔

اس کے علاوہ محترم امیر صاحب اور محترم مربی صاحب انچارج کے پیغامات ہیں۔ مضامین میں مکرم کریم احمد شریف کا مضمون "امریکہ میں جماعت احمدیہ کی مساجد" خصوصی توجہ کا مرکز ہے۔ جس میں مضمون نگار نے 52 عالیشان مساجد کو مع خوبصورت تصاویر cover کیا ہے۔ اس میں سے سب سے پہلی مسجد شکاگو کی ہے جو مکرم محمد کروب نے حضرت مفتی صاحبؓ کی آمد پر 55 ہزار ڈالر کی خطیر رقم سے تعمیر کروائی تھی اور حضرت مفتی صاحبؓ اس کے پہلے امام تھے۔

- ایک اہم مسجد ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی کے شہر زائن میں ہے۔ جس نے کہا تھا کہ میں احمدیت کو ایسے مسل دوں گا جیسے مکھی کو مسلا جاتا ہے۔ مگر الہام أُغْرِقَتْ سَفِيْنَةُ الْأَذَلِّ کے تحت اس کی موت کے بعد اس کے چرچ کو آگ لگ گئی اور جو نئی عمارت تعمیر ہوئی وہ الٹی کشتی نما تھی۔ یوں یہ الہام سو فیصد پورا ہوا جبکہ 1984ء میں جو احمدیہ مسجد اس شہر میں تعمیر ہوئی اس کے مینارے منارۃ المسیح کے طرز کے ہیں اور 1987ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور 2012ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کا دورہ فرمایا۔ اس کے علاوہ نیویارک شہر میں 8 مساجد کی تعمیر اور تاریخ کا ایک الگ مضمون بھی شامل اشاعت ہے۔

- مکرم ڈاکٹر منصور احمد قریشی کا مضمون "شہیدانِ وفا" بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ آپ نے 9 شہدا کا ذکر کیا ہے۔ ان شہداء میں ایک شہید مکرم ڈاکٹر مظفر احمد کا ذکر ہے جن کے لہو نے سرزمین امریکہ کی آبیاری کی۔ جب 8،9 اگست 1983ء کی درمیانی شب آپ کے گھر میں ایک دشمن احمدیت نے داخل ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔

- مکرم محمد داؤد منیر کا مضمون "پہلے سو سال کی قیادت" بہت اہمیت کا حامل ہے۔ جس میں امراء، صدران اور مبلغین کے اسماء اور ان کی خدمات کی تاریخ درج ہے۔ ان میں حضرت مولوی محمد دینؓ کی خدمات بہت اہم ہیں جنہوں نے 29 مارچ 1923ء کو شکاگو میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔

- ایک اہم طویل تاریخی مضمون مکرم امتیاز احمد راجیکی کے نوک قلم سے بعنوان مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (MTA) منصہ شہود پر آیا ہے۔ اس کے چار حصے ہیں۔ حصہ اول حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی برطانیہ ہجرت سے قبل کی تاریخ نیز پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم ہجرت کے بعد بلندیوں کے سفر پر مشتمل ہے جبکہ حصہ سوم ارتھ اسٹیشن اور مسرور ٹیلی پورٹ کی مکمل تفصیل پر مشتمل ہے۔ میرے نزدیک اتنی تفصیل سے اس کا تعارف، اس کی نشریات اور اس کی برکات پہلی بار سطح قرطاس میں آئی ہیں۔ یہ دراصل انٹرویو ہے مکرم چودھری منیر احمد مربی سلسلہ انچارج ارتھ اسٹیشن کا۔ یہاں بھی ایک دلچسپ ایمان افروز اور قبولیتِ دعا کا واقعہ درج کرنا ضروری ہے۔ جون 1994ء میں مکرم چودھری منیر احمد صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ ڈاکٹرز نے کہا کہ بچنے کی کوئی امید نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو دعا کی غرض سے مکرم چودھری منیر احمد صاحب نے تحریر کیا۔ تو حضور نے تحریر فرمایا:

"آپ کو کچھ نہیں ہوتا، فکر نہ کریں آپ کو یہ کام مکمل کرنا ہے"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ مکرم چودھری منیر احمد صاحب صحت یاب ہوئے اور ان ہی کے ذریعے ارتھ اسٹیشن کا یہ کام مکمل ہوا بلکہ آج بھی خدمات بجالا رہے ہیں۔ 2013ء میں ارتھ اسٹیشن کو مسرور ٹیلی پورٹ کے ساتھ جوڑ دیا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا 14 اکتوبر 2013ء کو پہلا خطبہ نشر ہوا۔

حصہ چہارم alislam.org کا تعارف ہے۔

- جماعت احمدیہ کی روشن و تابناک تاریخ کا حصہ جلسہ سالانہ کا انعقاد بھی ہے۔ 130 سال قبل قادیان سے شروع ہونے والا جلسہ سالانہ اب دنیا بھر کے 100 سے زائد ممالک میں بڑی شان کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ اس ضمن میں مکرمہ ثمینہ آرائیں ملک کا مضمون النور نمبر کی شان کو بڑھا رہا ہے۔ آپ نے کل 71 جلسوں میں سے 59 جلسوں کی تاریخ کو نہایت اختصار سے بیان کیا ہے۔ پہلا جلسہ 1948ء میں ہوا اور 1976ء میں 29 ویں جلسہ سالانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ، 1998ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ جبکہ 2008ء کے ساٹھویں جلسہ سالانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے شرکت فرمائی۔ خلافت احمدیہ کی دوسری صدی شروع ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا یہ پہلا سفر تھا۔

- حضرت خلیفۃ المسیح کا کسی جماعت میں قدم رنجہ فرمانا اس جماعت کے لئے ایک خواب سے کم نہیں ہوتا۔ جماعت احمدیہ امریکہ کے حصے میں خلفاء کے دورے بھی آئے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ایک، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے 6 اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے 4 دوروں کا ذکر صد سالہ اظہار تشکر نمبر میں موجود ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک دورہ کے دوران کیپٹل ہلز میں پارلیمنٹیرینز سے تاریخی خطاب بھی شامل ہے۔ ان دوروں نے احباب جماعت کی ایمانی بیٹریز کو چارج کرنے کا کام کیا۔
- جماعتوں میں میڈیا بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں مکرم سید ساجد احمد اور مکرم سید شمشاد احمد ناصر کے قلم سے مجلہ النور اور احمدیہ گزٹ منزل بہ منزل کا ذکر ہے۔ مختلف ایڈیٹرز کا تعارف، مشکلات اور دشواریوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ ترقیات کا سفر تفصیل سے بیان ہوا ہے اس کے علاوہ مکرم سید شمشاد احمد ناصر کا مضمون "تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے" قارئین کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔
- اس کے علاوہ واقفات نو کی کارگزاری باعث ازدیاد ایمان ہے۔ نیز مکرمہ ڈاکٹر امتہ الرحمٰن کی 35 سالہ خدمات بھی ایمان بڑھانے کا موجب ہے۔ امریکہ کے 11 احمدی شعراء، تعلیم الاسلام کالج کے قدیم طلبہ کی مجلس کا قیام بھی ایک قاری کو ماضی کے دریچوں میں لے جاتا ہے۔
- کوئی بھی سالنامہ یا میگزین شعراء کے منظوم کلام کے بغیر خوبصورت نہیں لگتا کیونکہ بعض قاری حضرات کے دِلوں پر منظوم کلام تیر بہدف کا کام کرتا ہے۔ نوروں سے مہکتے اِس النور میں 9 نظموں نے حسن کے رنگ بھر دیئے ہیں۔ شعراء نے اپنے اپنے انداز میں محترم مفتی محمد صادق صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا ہے جیسے مکرم مبارک احمد عابدؔ نے لکھا ہے

اک صدی گزری کہ اک مرد مجاہد با کمال
لے کر آیا تھا یہاں اسلام کا حسن و جمال
مفتی صادق نام اس کا، کام باصدق و صفا
دنیا میں پھیلانا تھا پیغام دین مصطفیٰؐ

اسی طرح مکرم عبدالکریم قدسیؔ نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا ہے

نور کا اِک سیندور ملایا امریکہ کی مٹی میں
مٹی مہکی، پھول کھلے اور چہرے بھی خوشحال ہوئے

- قوموں کی تعمیر و ترقی میں مستورات کا بہت عمل دخل ہوتا ہے۔ اس تاریخی رسالہ کا ایک بڑا حصہ احمدی مستورات کی کارگزاری، اجتماعات تعلیم و تربیت کے حوالہ سے دو دو سال کی 8 ورک بکس کے ذکر کے علاوہ میڈم راحت نومبائع اور مکرمہ عالیہ علی کی قربانیوں کا ذکر ایک قاری کے ایمان میں حرارت پیدا کرتا ہے۔
- جماعت احمدیہ امریکہ کی خدمت خلق اور ہیومینٹی فرسٹ کے میدان میں خدمات بھی سنہری حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔
- امریکہ میں نظام وصیت اور قرآن جواہرات کی تھیلی کے تحت شعبہ تعلیم القرآن کی حفظ کلاسز اور اشاعت قرآن کا کام نیز مکرم عبدالہادی ناصر کا مضمون خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد کے تحت مبلغین، صدور کی تاریخ کو اس رنگ میں محفوظ کیا ہے کہ آج ان کو پڑھ کر ان کے لئے دل سے دعا نکلتی رہی۔ ہاں ایک مضمون مرتبہ ڈاکٹر محمود احمد ناگی نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور رک رک کر بار بار بعض سطور پڑھنے کی طرف مجبور بھی کیا، یہ مضمون بعض صحافی حضرات اور سیاستدانوں کے احمدیت کے بارے میں تاثرات پر مشتمل ہے۔

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ امریکہ جماعت کو خلیفۃ المسیح کی خصوصی رہنمائی میں دن دونی رات چوگنی ترقیات دیتا رہے اور وفادار، مطیع، فرمانبردار افراد جماعت جو خلیفۃ المسیح کے سلطانِ نصیر ہوں ہمیشہ جماعت کو حاصل رہیں۔ آمین

محترم سید شمشاد احمد ناصر، مربّی سلسلہ امریکہ

خدا تعالیٰ کے فضل سے امریکہ میں احمدیت کے قیام پر سو سال پورے ہونے پر جماعت احمدیہ امریکہ نے خدا تعالیٰ کے حضور اظہارِ تشکر کے طور پر بہت سے کام کیے ہیں۔ پروگرامز بھی منعقد کیے گئے مگر COVID-19 کی وجہ سے اس طرح نہ ہو سکے جس طرح ہونے چاہیے تھے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ تھی ان پروگراموں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اس بابرکت موقع پر جماعت احمدیہ، امریکہ 'احمدیہ گزٹ' اور 'مجلّہ النور' کا بھی ایک خاص نمبر شائع کرے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس گزٹ اور مجلّہ کی ٹیم کو اس تاریخی موقع پر اظہار تشکر کے طور پر 'صد سالہ خاص شمارہ' شائع کرنے کی توفیق ملی۔ جس پر امیر صاحب جماعت امریکہ،

نیشنل سیکرٹری صاحب شعبہ اشاعت امریکہ، ایڈیٹرز اور معاونین النور جنہوں نے اس خاص نمبر کی اشاعت میں حصہ لیا، خاص مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ دیدہ زیب مجلّہ النور، خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت جاذب نظر علمی اور تاریخی مواد لیے ہوئے ہے۔

مجھے تو جب یہ شمارہ موصول ہؤا پہلے تو میں نے کھڑے کھڑے اس کے سارے عناوین اور لکھنے والوں کی فہرست پر ایک نظر دوڑائی اور سب کے لیے دعا کی۔ پھر مضامین بھی پڑھے ایک دن خاکسار نے شام کے وقت اپنے درس میں بھی جو کہ ڈیٹرائیٹ، ڈیٹن اور کولمبس تینوں جماعتوں کے لیے ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے کثرت سے دوست اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اس رسالہ کے بارے میں احباب کو تلقین کی کہ وہ اسے پڑھیں۔ صرف تصاویر دیکھنے پر ہی اکتفانہ کریں بلکہ یہ ایک علمی اور تاریخی خزانہ ہے اس کا فائدہ اٹھائیں اور اس پر کام کرنے والوں، اس میں مضامین اور نظمیں لکھنے والوں کے لیے دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔

محترمہ امتہ اللطیف اہلیہ ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب لکھتی ہیں:

بڑی انتظار کے بعد النور کا صد سالہ کا شمارہ مل گیا۔ دیر آید درست آید والا معاملہ ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ سر ورق دیدہ زیب، رسالہ مجموعی طور پر دلکش، معلوماتی، تاریخی، دلچسپ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی زرّیں تحریرات، اللہ تعالیٰ کے افضال کے تذکرے، مضامین ایک سے بڑھ کر ایک، کُوزے کو دریا میں بند کرنے والی بات ہے۔ ماشاء اللہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام کام کرنے والوں اور مضامین لکھنے والوں کو جو کہ بہت محنت سے تیار کئے ہوئے ہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ ان میں سے بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ اگر ان کا انگریزی ترجمہ احمدیہ گزٹ میں آجائے تو بہت مفید ہو گا۔

محترم پروفیسر محمد شریف خان صاحب تحریر کرتے ہیں:

رسالہ النور اپنی تب و تاب کے لحاظ سے باقی ماندہ جماعتی اردو جریدوں میں بہ لحاظ خوبصورت طباعت کے دوسری جماعتی مطبوعات میں منفرد مقام رکھتا ہے۔ النور کی ٹیم ماشاء اللہ بڑی محبت اور محنت سے ہر شمارے کی تیاری کرتی ہے اور شامل اشاعت مضامین کا بغور مطالعہ کر کے ان کی تصحیح کر کے قارئین تک پہنچاتی ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔

محترمہ فوزیہ منصور ڈیٹرائیٹ سے لکھتی ہیں:

جماعت احمدیہ امریکہ کی صد سالہ جوبلی کے موقع پر شائع ہونے والا رسالہ النور دیکھا۔ سب سے پہلے آیت کریمہ

"وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا"

پر نظر پڑی اور ساتھ ہی شان سے چمکتے ہوئے لوائے احمدیت پر اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے پرچم پر دل حمد و شکر سے بھر گیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ احمدیت کی دن دگنی رات چوگنی ترقی کے نظارے دکھاتا چلا جائے آمین اللّٰھم آمین۔ خوبصورت تصاویر اور قیمتی معلومات سے بھرپور یہ رسالہ امریکہ میں جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ سمیٹے ہوئے ہے۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اور حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے خلفائے کرام کے ارشادات کے انتخاب سے لے کر مضامین اور نظموں کے موضوعات و مواد میں ہر جگہ النور کی ٹیم کی محنت نمایاں نظر آتی ہے۔ یوں تو ہر صفحہ قدم روکتا ہے تاہم مجھے لجنہ کی ممبر ہونے کی حیثیت سے حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہؒ کا خطاب اس شمارے کے لئے بہت اچھا انتخاب لگا۔ ان قیمتی نصائح کو بار بار پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح خلفائے احمدیت کے امریکہ میں خطابات اس شمارے کی اہمیت بڑھا رہے ہیں۔ اس صد سالہ شمارے کی اشاعت میں جو محنت کی گئی ہے اس کا اندازہ ان لوگوں کو بخوبی ہو سکتا ہے جنہوں نے کبھی کسی بھی رسالے یا اخبار کی اشاعت میں کام کیا ہو۔ خاکسار کو "لجنہ میٹرز" میں کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس چند صفحات کے نیوز لیٹر پر پوری ٹیم کے کئی دن کی مسلسل محنت ہوتی ہے۔ پہلے مواد اور موضوعات کا انتخاب پھر ٹائپنگ کا کام، پھر حوالہ جات اور پروف ریڈنگ کا کام۔ ان سب مراحل سے گزر کر ایک نیوز لیٹر تیار ہوتا ہے اور ان سب کاموں میں نگران اعلیٰ کا کام سب سے زیادہ ذمہ داری کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شمارے پہ کام کرنے والے سب عملے کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ یہ محض ایک شمارہ نہیں بلکہ تاریخ کا ایک حوالہ ہے جو مستقبل کے قارئین کے لئے گائیڈ بنے گا۔

اللہ کرے ہم سب اس سے بہترین فائدہ اٹھانے والے ہوں اور خلیفہ وقت کے بلکہ ایک نئے جذبے کے ساتھ احمدیت کی تعلیم اور تبلیغ کو پھیلانے والے ہوں (آمین) رسالہ النور کی ٹیم کو اس بہترین اشاعت پر مبارکباد۔

محترمہ مبرور جتالہ صاحبہ نے احباب جماعت کو مبارکباد دیتے ہوئے لکھا:

جماعتِ احمدیہ مسلمہ امریکہ کی صد سالہ جوبلی (1920-2020) پر "النور" کا خصوصی نمبر موصول ہوا۔ اس دیدہ زیب شمارے کو ہاتھ میں تھامتے ہی دل بے ساختہ الحمدللہ کہہ اُٹھا۔ جماعتِ احمدیہ امریکہ کی سو سالہ تاریخ کے مختلف مراحل کو 272 صفحات میں نہایت ہی دلکشی سے پیش کیا گیا ہے۔ Covid-19 کی وجہ سے باہر تو آنا جانا محدود تھا سو خوب دل جمعی سے اس علمی اور تاریخی مجلے کو پڑھنے کا وقت ملا۔ ہر مضمون اور واقعہ کو پڑھتے ہوئے ساتھ یہ بھی دُعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ ان ابتدائی احمدیوں کی قربانیوں کو ہماری آنے والی نئی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ بنائے۔

خدا تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ خاکسار نے بھی اس شمارے میں نیشنل صدر لجنہ کی زیرِ نگرانی "امریکہ میں احمدی خواتین: پہلے سو سال میں ہمارا سفر" اور "واقفاتِ نو امریکہ کی مختصر روئیداد" قلم بند کرنے کی توفیق پائی۔ جس سے بخوبی اندازہ کر سکتی ہوں کہ النور اشاعت ٹیم نے اس تاریخی مجلّے کے مضامین کی ترتیب اور تزئین میں کس قدر محنت کی ہو گی۔ آغاز سے اختتام تک قارئین کی دلچسپی کو تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ، نظموں اور دیدہ زیب و نایاب تصاویر سے قائم رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین! نیشنل اشاعت ٹیم امریکہ، النور ایڈیٹرز اور ٹیم ممبرز کو بہت بہت مبارک!

محترم عبدالکریم قدسی صاحب کو 'النور' خاصے انتظار کے بعد موصول ہوا۔ انتظار کی کیفیت اور ملنے پر خوشی کا اظہار نظم کیا ہے جو بہت دلچسپ ہے اور ہمارے لیے اعزاز ہے:

جماعت احمدیہ امریکہ کے علمی ادبی جریدہ "النور" سے محرومی کا شکوہ

شکوے گلے پہ آپ نے مجبور کر دیا
اہلِ قلم سے دور کیوں "النور" کر دیا
"النور" نے تو جیسے ہے چہرہ چھپا لیا
یہ کس کی شہ نے اس کو ہے مغرور کر دیا
بیٹھے ہوئے ہیں ہم تو ضعیفی کی دھوپ میں
بیمارِ دل کو اور شرابور کر دیا
پہلے ہی تھے نڈھال کتابوں کی پیاس سے
پانی کو ہم سے اور بھی کچھ دور کر دیا
محروم کر دیا ہے خیالوں کو حُسن سے
پیشانی کو بے رونقِ سندور کر دیا
غربت کے چھالے کم نہ تھے، اوپر سے آپ نے
ہجرت زدوں کو اور بھی رنجور کر دیا
محروم کرکے بوڑھے مسافر کو چھاؤں سے
کچھ اور بھی تھکن سے اسے چُور کر دیا

نظارہ ہائے علم و ادب مجھ سے چھین کر
قدسی کی گویا آنکھوں کو بے نور کر دیا

عبدالکریم قدسی 22 فروری 2021ء

10811-Taney Dr Fredericksburg.VA 22407,USA

مِل گیا "النور" آخر پاؤں پاؤں چلتا ہوا

دھوپ سے بچتا ہوا اور چھاؤں چھاؤں چلتا ہوا
شہروں شہروں گھومتا اور گاؤں گاؤں چلتا ہوا
آن پہنچا کُٹیائے درویش کی دہلیز پر
مِل گیا "النور" آخر پاؤں پاؤں چلتا ہوا

پیاس ہوتی ہے تو پھر پانی طلب کرتے ہیں ہم
اور کہاں بیکار میں شور و شغب کرتے ہیں ہم
قیدِ تنہائی میں گو رکھا کرونا نے ہمیں
کام لکھنے پڑھنے کا بس روز و شب کرتے ہیں ہم

معجزہ ہے جو سلامت ہے قلم کی آبرو
یہ عنایت، فضل و احساں نعمتِ ربِ جلیل
ہو کے رہتی ہے اندھیروں کو، بہر صورت شکست
روشنی پھر روشنی ہے چاہے ہو کتنی قلیل

عبدالکریم قدسی 17 مارچ 2021ء

10811-Taney Dr Fredericksburg.VA 22407,USA

نعت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

منظوم کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

السّلام! اے ہادیٔ راہِ ہدیٰ جانِ جہاں
والصّلوٰۃ! اے خیر مطلق اے شہِ کون ومکاں

تیرے ملنے سے ملا ہم کو وہ مقصودِ حیات
تجھ کو پاکر ہم نے پایا کامِ دل آرامِ جاں

آپ چل کر تو نے دکھلا دی رہِ وصلِ حبیب
تو نے بتلایا کہ یوں ملتا ہے یارِ بے نشاں

ہے کشادہ آپ کا بابِ سخا سب کے لئے
زیرِ احساں کیوں نہ ہوں پھر مرد وزن پیر وجواں

تشنہ روحیں ہوگئیں سیراب تیرے فیض سے
علم و عرفانِ خداوندی کے بحرِ بیکراں!

ایک ہی زینہ ہے اب بامِ مرادِ وصل کا
بے ملے تیرے ملے ممکن نہیں وہ دل ستاں

تو وہ آئینہ ہے جس نے منہ دکھایا یار کا
جسمِ خاکی کو عطا کی روح اے جانِ جہاں!

(درّعدن صفحہ 20)